

شماره دسمبر 09ء ذوالحجہ ۱۴۳۰ھ

اس شمارے میں

’حمد باری تعالیٰ جل جلالہ

پروفیسر محمد اکرم رضا مجددی

نعت بحضور سرور کائنات ﷺ

مطلوب حسن مطلوب

فکر و نظر

خطیب الاسلام صاحبزادہ فیض الحسن علیہ الرحمہ

(احساس قربانی۔۔۔) (اداریہ

علامہ رب نواز خاں اجمیری

(اسلام کا تصور حلت و حرمت۔۔۔) (دعوت قرآن

علامہ ابرار حسین ساقی

(گوشت۔۔۔ حضور کی مرغوب غذا۔۔۔) (دعوت حدیث

علامہ محمد رمضان مجددی

(کفن میت میں عمامہ خلاف سنت ہے۔۔۔) (البینات

سراج العارفین حضرت ابوالبیان محمد سعید احمد مجددی علیہ الرحمہ

خلیفہ سوم حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ کا ایمان افروز خطاب

(تاریخ اور آزر۔۔۔) (تخلیقات

علامہ محمد راشد مجددی

زبدہ اہل رضا حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ قدس سرہ العزیز
از افادات: حضرت ابوالبلیان علیہ الرحمہ
(عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کی روحانی سرگرمیاں) (لحمہ بہ لحمہ رپورٹ
علامہ محمد یاسین مجددی

1

حمد باری تعالیٰ جل جلالہ
دہر کی تاریکیوں کو جگمگا دیتا ہے تُو
عظمت ایمان کی شمعیں جلا دیتا ہے تُو
تو ہی بھرتا ہے ہر اک سائل کا دامنِ طلب
اور ہر سائل کو حسن التجا دیتا ہے تُو
اپنی رحمت سے ہمیں کر کے تو وحدت آشنا
نقشِ غیر اللہ کو دل سے مٹا دیتا ہے تُو
ایک اُمی کو بنا کر صاحبِ اسرارِ کل
طالبانِ شوق کو اپنا پتہ دیتا ہے تُو
نام لیواؤں کو تو ہر حال میں رکھتا ہے شاد
چاہنے والوں کو خواہش سے سوا دیتا ہے تُو
مانگنے والے ندامت سے اگر جھکیں تو پھر
ان کو خود سے مانگنے کا صلہ دیتا ہے تُو
سرورِ کونین کا ہم کو بنا کر امتی
منزلِ حسنِ صداقت کا پتہ دیتا ہے تُو
تیرا دریائے کرم دیکھا ہمیشہ جوش پر
مانگنے والوں کو حسبِ مدعا دیتا ہے تُو
ہے رضا ہر دم شانِ کریمی کے نثار
جب یہ گرتا ہے تو اس کو آسرا دیتا ہے تُو

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم
 زندگی کا حق وہ خوش قسمت ادا کرتے رہے
 خود کو راہ مصطفیٰ میں جو فنا کرتے رہے
 جو مدینے والے کی مدح و ثنا کرتے رہے
 ان کے ہر غم کا مداوا مصطفیٰ کرتے رہے
 ہم گدائے شاہِ بطحا تھے صدا کرتے رہے
 وہ بہر لمحہ عطاؤں پر عطا کرتے رہے
 جانِ رحمت پر جو بد طینت جفا کرتے رہے
 جانِ رحمت ان کے حق میں بھی دعا کرتے رہے
 ان کو ہی تاج شفاعت زیب دیتا ہے کہ جو
 ہر قدم پر اپنے خالق کا ”کہا“ کرتے رہے
 دو جہاں کی نعمتیں ان کا مقدر ہو گئیں
 جو در شاہِ زمن پر التجا کرتے رہے
 جو جہاں بھر کے تھے ٹھکرائے ہوئے بے آسرا
 میرے آقا ان کو بھی ذی مرتبہ کرتے رہے
 آج بھی ان خوش نصیبوں کا ہے جاری تذکرہ
 مر جا جو لوگ ذکر مصطفیٰ کرتے رہے
 دیدنی ہوگی بروزِ حشر ان کی آن بان
 زندگی میں جو نبی پر جاں فدا کرتے رہے
 جو برائی کے تھے پتلے ان کا بھی خیر الانام
 دیکھئے مطلوب ہر ممکن بھلا کرتے رہے

صلی اللہ علیٰ حبیبہ محمد وآلہ وسلم

ز ز ز ز ز

مطلوب حسن مطلوب

3

فکر و نظر

اگر آدمی خود آگاہ ہو اور جسم انسانی کی حفاظت اور تقویت کے خود کار نظام کو سمجھ لے تو اس پر یہ حقیقت واشگاف ہو جاتی ہے کہ قدرت نے زندگی کی حفاظت کا ایسا مجر العقول نظام انسان کے لاشعور میں ودیعت کر رکھا ہے جو نازک سے نازک صورت حال کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کی اہلیت رکھتا ہے، جو کبھی غافل نہیں ہوتا اور اگر اس قدرتی نظام شفا کی راہ میں غیر طبعی رکاوٹیں نہ پیدا کی جائیں اور اس سے کماحقہ تعاون کیا جائے، تو حصول صحت کا طبعی پروگرام پورا ہو کر رہتا ہے۔

انگلی کے ایک معمولی زخم ہی کو لیجئے کھال کے کٹنے اور خون کے بہنے کے ساتھ ہی زندگی کا شعور باطنی فوراً سرگرم عمل ہو جاتا ہے۔ خون کے زخم سے بہہ کر ہوا سے مس ہوتے ہی اس میں ایک کیمیاوی تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے اور خود بخود ایک کھرند زخم کے منہ پر بن کر زخم کو سر بہر کر دیتا ہے تاکہ باہر سے جراثیم وغیرہ داخل ہو کر زخم کو خراب نہ کریں، ساتھ ہی خون کے سفید خلیات وافر مقدار میں زخم کے مقام پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔ کچھ تو زخم کو مندمل کرنے اور نئی جلد پیدا کرنے کے کام آتے ہیں اور کچھ مضر جراثیم تلف کرنے میں لگ جاتے ہیں۔ یوں کھرند کے اندر ہی اندر نئے خلیات وجود پذیر ہو کر زخم کو مندمل کر دیتے ہیں۔

طیب صرف ہڈیوں کو جوڑ دیتا ہے اور جلد میں ٹانکے لگا دیتا ہے باقی کام کیسے ہوتا ہے اور نئے خلیات کیسے پیدا ہوتے ہیں؟ یہ بات نہ ہنوز طیب کے علم میں آئی ہے اور نہ یہ اس کے بس کی بات ہے۔ یہ تمام کام طبیعت مدبرہ بدن (قوت مدافعت) یا باطنی شعور یا قوت ربوبیت کا ہی کارنامہ ہوتا ہے۔ روحانی علاج میں اسی ربوبیت اور رحمت کے قانون پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

(ماخوذ از مقالات خطیب الاسلام (ص ۴۸، ۴۹ مطبوعہ)

O

خطیب الاسلام، قائد تحریک ختم نبوت، قافلہ سالار تحریک حریت،

حضرت صاحبزادہ سید فیض الحسن قدس سرہ الاحسن

وارث مسند آلو مہار شریف و سابق صدر جمعیت العلماء پاکستان

4

اداریہ

احساسِ قربانی

علامہ رب نواز خاں اجمیری

خدا تعالیٰ کی رضا کا معاملہ تو خیر بہت دور کی بات ہے قربانی دیئے بغیر بندے کی رضا بھی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ایک دوست کی رضا حاصل کرنے کیلئے بسا اوقات سخت سے سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، جانی و مالی نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے اور کبھی آبرو کو لاحق ہونے والے خطرات بھی برداشت کرنے پڑتے ہیں کیونکہ محبت چیز ہی ایسی ہے جو قربانی مانگتی ہے۔۔۔ یہ پودا ہی ایسا ہے، جس کی آبیاری کیلئے آرزوؤں اور تمناؤں کا خون درکار ہوتا ہے۔۔۔ اس پر بہار ہی نہیں آتی جب تک خون جگر سے اسکی آبیاری نہ کی جائے۔ پھر جس قسم کی محبت ہوگی، اسی نوعیت کی قربانی کا مطالبہ کرے گی۔ محبت کے کچھ مقامات ایسے بھی ہیں جنہیں ہنستے کھیتے طے کیا جاسکتا ہے۔ بعض جگہ مال کی قربانی کی ضرورت پیش آتی ہے اور بعض جگہ جان قربان کرنے کے بعد بھی ذوق کی سیرابی نہیں ہوتی، بلکہ جی یہی چاہتا ہے کہ ہزار جان ہوتی تو بھی قربان کر دیتا۔

پکارتی ہے فضاؤں میں اب بھی روحِ خلیل

رضائے دوست پہ قربان لاکھ اسماعیل

ز۔۔۔ پروانے نے جان نثاری کسی مکتب میں رہ کر نہیں سیکھی۔ سوز اس کی فطرت میں موجود تھا، اس نے شمع کو دیکھا تو جل گیا۔

ز۔۔۔ اسماعیل کا جان سپردگی اور خود سپردگی کا جذبہ کسی مکتب کی تدریس کا کرشمہ نہ تھا

یہ فیضانِ نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی

سکھائے کس نے اسماعیل کو آدابِ فرزندگی

ز۔۔۔ ابراہیم علیہ السلام کا اپنے لختِ جگر کی قربانی کا جذبہ، عقل کے ترازو کا کرشمہ نہ تھا۔ یہ محبت ہی تھی جو رضائے دوست پہ قربان ہو گئی۔ عقل نے ہمیشہ اپنے مفاد کو مدِ نظر رکھا ہے جبکہ محبت کے پیشِ نظر صرف محبوب کی رضا ہی رہی ہے۔ محبت رضائے دوست کیلئے قربانی دے

کر جھومتی ہے، خوش ہوتی ہے، پھر بھی ایثار کے بعد اسے یہ احساس رہتا ہے کہ مال و جان کی صورت میں حسن کی بارگاہ میں جو نذرانہ پیش کیا گیا ہے وہ حسن کے قابل نہ تھا، اس کا پیش کردہ نذرانہ کہیں ٹھکرانہ دیا جائے۔

عقل عیار ہے سو بھیس بدل لیتی ہے

عشق بے چارہ نہ زاہد ہے نہ ملا، نہ حکیم

اپنے احساسات کی قربانی دینے کے بعد ہی بارگاہِ محبت میں سرخروئی نصیب ہوتی ہے۔ انسان جب قربانی کے بعد سرخرو ہوتا ہے تو اس کی عظمتوں کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے متعلق قرآن مجید میں جو یہ کہا گیا ہے رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے تو اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ ان نفوس قدسیہ نے ایمان لانے کے بعد اپنی آرزوؤں

اور تمناؤں کی بساط لپیٹ کر رکھ دی تھی اور ان کے سامنے ایک ہی مقصد تھا اور وہ یہ کہ ہر چیز کی قربانی دے کر وہ اللہ کو راضی کرنا چاہتے تھے۔

ز۔۔۔ ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ تعالیٰ جب اپنے لختِ جگر کو اپنے خالق کی رضا کیلئے قربان کر دیا۔

ز۔۔ اسماعیل علیہ السلام ذبح اللہ تعالیٰ کہلائے جب لڑکپن کی عمر میں اپنی جان برضا و رغبت رضائے الہی کیلئے پیش کر دی۔

ز۔۔۔ صفا اور مروہ کو شعائر اللہ کا درجہ اسی وجہ سے ملا کہ سیدہ ہاجرہ نے اپنی ماتم کا نذرانہ بارگاہِ عالی میں پیش کرنے کا رتبہ حاصل کیا۔

ز۔۔ زم زم کے چشمہ کے پس منظر میں اسماعیل علیہ السلام کی شیر خوارگی کے جذبات کے تلاطم کا فرماہیں۔

ز۔۔۔ مقام ابراہیم کے مصلیٰ بننے کے اعزاز کے پس منظر میں ابراہیم خلیل اللہ کی فدیہ ویاہ ادائیں جگہ گارہی ہیں۔

ز۔۔۔ قیام پاکستان کی کوششوں میں بابائے قوم قائد اعظم محمد علی جناح رحمۃ اللہ علیہ کی طلسماتی اور ولولہ انگیز شخصیت کو کون نہیں

جانتا؟ بہت کم لوگوں کو معلوم ہو گا کہ لاہور کا آرمی ہاؤس، گورنمنٹ ہاؤس کے بعد سب سے بڑی عمارت ہے، یہ قائد اعظم کی ذاتی پراپرٹی

تھی جو انہوں نے پاکستانی فوج کے نام کر کے قربانی کی ایک بے نظیر مثال قائم کی۔ آپ نے اپنی ساری جائیداد پاکستان کے نام وقف کر کے

قربانی کا ایک نیا بارقم کیا۔۔۔ نیوکیسپس پنجاب یونیورسٹی کا موجودہ کنالوں نہیں بلکہ ایکڑوں پر محیط رقبہ جو آج علم کے موتی بکھیر رہا ہے یہ

قائد اعظم کی قربانی کی لازوال مثال ہے۔۔۔ آپ نے اسلامیہ کالج پشاور، اسلامیہ کالج لاہور، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، سندھ مدرستہ الاسلام

کراچی اور دیگر اداروں کے نام بڑی بڑی جائیدادیں وقف کر کے قوم کو قربانی کا عملی درس دیا۔۔۔ قیام پاکستان کے وقت گورنر ہاؤس کراچی

میں ہوتا تھا۔ کراچی کے گورنر ہاؤس سے انہوں نے کھانا کھایا یا چائے پی، تو اس کا بل اپنی جیب سے ادا کر کے اپنے بعد آنے والے حکمرانوں کو

قربانی کا سبق دیا۔۔۔ ان کے سر پاکستان کا ایک پیسہ بھی نہیں ہے جب کہ پاکستان اور پاکستانیوں کے سر قائد اعظم کا بہت بڑا قرض موجود

۷۰۰-

کے ذریعے اپنے قرضے اور کرپشن کیس معاف کرانے والے سیاست دانوں اور حکمرانوں نے قائد اعظم N.R.O حیرت اور افسوس ہے کہ

کی قربانی کا باب پڑھنے کی کوفت کیوں گوارا نہیں کی۔ قیام پاکستان کے وقت جبکہ ملک یائی یائی کا محتاج تھا، قائد اعظم رحمۃ اللہ علیہ اس نازک

وقت میں بھی قرض کی لعنت سے دور رہے اور کفایت شعاری کا شعار اپنایا۔ وہ قومی خزانے سے صرف ایک روپیہ تنخواہ وصول کرتے رہے

اور پاکستان کے آنے والے دور کے حکمرانوں کو اپنی اپنی خواہشات قربان کرنے کا درس دیتے رہے۔ وہ ہمیشہ بے اصولی اور کرپشن سے دور

رہے۔ ایسی نابغہ روزگار شخصیت کی رحلت کے بعد ملک پاکستان قرضوں پر چل رہا ہے اور سابقہ قرضے ادا کرنے کیلئے مزید قرضے حاصل

کر رہا ہے۔۔۔ بے نال یہ حکمرانوں اور سیاست دانوں کے منحوس چہروں پر زناٹے دار طمانجی۔۔۔؟ اگر آج قائد اعظم زندہ ہوتے تو پاکستان

ایک ترقی یافتہ ملک ہوتا۔ اگر خدا انخواستہ یہ ملک مقروض بھی ہوتا تو وہ اپنا سب کچھ اسے قرض کی دلدل سے نکالنے کیلئے قربان کر دیتے۔

ہم موجودہ حاکمان جفا جو اردشت سیاست کے آوارہ گردوں کو اس حقیقت سے روشناس کرانے کی اپنی سی کوشش کر رہے ہیں کہ زندگی میں

مال و دولت ہی سب کچھ نہیں، عزت و احترام بھی کچھ چیز ہوتی ہے اور احترام بھی وہی ہے جو کوئی دل سے کرتا ہے۔ سامنے تعریفیں تو خوشامد کے زمرے میں آتی ہیں۔ ہمارے بڑے بڑے سیاست دان دل بھی بڑا کریں کیونکہ وطن عزیز کو قرضوں کے جال سے نکالنے کیلئے قربانی کی ضرورت ہے۔ وہ قربانی بھی کوئی، ایک گھر، ایک گاڑی اور ضرورت کی جائیداد، باقی ساری جائیداد ملک و قوم کے نام قربان کر کے قائد اعظم کے نقش قدم پر چلیں۔۔۔ دوسری طرف ایسا بھی ممکن ہے کہ انقلاب زمانہ کسی کے پاس ایک گاڑی، ایک گھر اور تن پر سر بھی نہ رہنے دے۔

بے برگ و خزاں دیدہ ہے جو ڈالی ہے
چھائی ہوئی بیرنگی و بد حالی ہے
ہے وضع چمن روش روش سے ظاہر
ہر غنچہ و گل پہ دورِ پامالی ہے

پاکستان کے امیر ترین لوگوں پر ایک نظر ڈالی جائے تو یہ کھلاڑی و کٹری اسٹینڈپر کھڑے نظر آتے ہیں۔ میاں محمد منشاء پہلے۔۔۔ آصف علی زرداری دوسرے۔۔۔ انور پرویز خان تیسرے۔۔۔ اور میاں نواز شریف چوتھے نمبر پر ہیں۔۔۔ اور ان کے ٹیکے نرڈ اثاثوں کی مالیت اربوں ڈالر ہے۔

اے ارباب بست و کشاد! ہم آپ کو ارشاد الہی سنارہے ہیں فیہ حق لساائل و المحروم آپ کی دولت میں سائل اور محروم کا حصہ موجود ہے
حقداروں کو ان کا حق دیجئے، یہ آپ کی سب سے بڑی قربانی ہوگی۔

پاکستان اور بھارت ایک ساتھ آزاد ہوئے مگر وہاں مسلسل جمہوریت ہے جبکہ ہماری جمہوریت بجلی کی طرح وقفے وقفے سے آتی اور جاتی ہے۔ جب آتی ہے تو عوامی نمائندے اگلی پچھلی کسریں نکال لیتے ہیں۔ ایم۔ این اے حضرات کی تنخواہوں اور دیگر مراعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم نے کم از کم ہندوستان کو اس میدان میں مات دے دی ہے۔

ایک نظر اسمبلی ممبران کی مراعات اور ان کی تنخواہوں پر ڈالنے سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ہمارے ممبران پارلیمنٹ ملک و قوم کیلئے کتنی قربانی دے رہے ہیں۔ ان عوامی نمائندوں کی عوامی زندگی کی جھلک ملاحظہ ہو

ز۔۔۔ ماہانہ تنخواہ۔۔۔ ایک لاکھ تا دو لاکھ روپیہ

ز۔۔۔ آئینی اخراجات۔۔۔ ایک لاکھ روپیہ

ز۔۔۔ دفتری اخراجات۔۔۔ ایک لاکھ چالیس ہزار روپیہ

ز۔۔۔ ایک دفعہ اسلام آباد آنے جانے کا بھتہ۔۔۔ 8 روپے فی کلومیٹر

ز۔۔۔ اسمبلی اجلاس کے دوران روزانہ الاؤنس۔۔۔ 500 روپیہ

ز۔۔۔ پاکستان میں کہیں بھی ریلوے اے سی کلاس میں سفری سہولت فری۔۔۔ چاہے جتنی بار مرضی۔

ز۔۔۔ بزنس کلاس میں اپنے پی اے اور اہلیہ محترمہ کے ساتھ جہاز کی نصف ٹکٹ

ز۔۔۔ پاکستان میں کسی جگہ سرکاری ہوٹل میں قیام فری

ز۔۔۔ گھریلو استعمال کیلئے بجلی کے پچاس ہزار یونٹ مفت

ز۔۔۔ لوکل فون کا لڑا ایک لاکھ ستر ہزار فری

ز۔۔۔ صحت کی سہولت سے محروم عام آدمی کے خون پسینہ کی کمائی سے بیرون و اندرون ملک مفت علاج۔

لازمًا آزمانا پڑتی ہے کہ کہیں یہ B/ بھارت نے ایک دفعہ آئین بنالیا تو اس میں خال خال ترمیم کرنا پڑتی ہے اور ہمیں ہر اسمبلی میں 2/58 وغیرہ پر بھی مغز ماری نہیں کرنا پڑتی، یہ سیپا بھی NRO ترمیم پڑے پڑے خراب تو نہیں ہو گئی؟۔۔۔ بھارت کو کیری لو گر بل۔۔۔ اور ہمارے معزز اراکین پارلیمنٹ کو کرنا پڑتا ہے جو جعلی ڈگریاں تھامے قومی مسائل پر بحث کرنے کی اہلیت ہی نہیں رکھتے۔ البتہ باقاعدہ دھینگا مشتی اور ڈانس نما احتجاج بھی تو ناگزیر ہے۔۔۔ کبھی گالی گلوچ اور باہم دست و گریباں ہونے تک کی نوبت بھی آ جاتی ہے۔

اتنے سارے کاموں کیلئے فی اسمبلی ممبر تقریباً 3 کروڑ بیس لاکھ روپیہ سالانہ پر کام کرتا ہے۔ 5 سالوں میں قوم ان پر 16 کروڑ روپیہ فی ممبر خرچ کرتی ہے۔ مزید برآں حج عمرے۔۔۔ نوکریوں کی تقسیم۔۔۔ تقرریاں اور تبادلے۔۔۔ ٹھیکے، پرمٹ۔۔۔ اور کئی دیگر مددوں میں ٹوہر الگ ہے۔ قربانی کی اس طرح کی عمدہ اور اعلیٰ مثال شاید ہی دنیا کے کسی ملک میں ملتی ہو۔

لیکن جب ہم مملکت خداداد پاکستان کے حکمرانوں، سیاست دانوں اور تاجروں کے لچھن دیکھتے ہیں تو تصویر ی خاکہ یوں بنتا نظر آتا ہے کہ کروڑوں، اربوں روپے کے قرضے لے کر بنک خالی کرنے والے اور قومی خزانے کی لوٹ مار کرنے والے نام نہاد عزت داروں کو قانون محض اس وجہ سے کچھ نہیں کہتا کہ وہ اقتدار کی فسیلوں کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں۔

! جناب وزیراعظم

ان سارے عزت داروں اور اشرافیہ کو بے نقاب کرنا کیوں ضروری نہیں؟۔۔۔ قومی خزانے سے لیا گیا قرضہ واپس کر کے یہ لوگ قربانی کیوں نہیں دیتے؟۔۔۔ کیا غیر متوازن سوسائٹی کیلئے زندہ رہنے کا کوئی حق ہے؟۔۔۔ آپ ان کی گرفت کیوں نہیں کرتے؟۔۔۔ این۔ آر۔ او کے تحت اپنی معافیوں کا جواز بنائے دندناتے پھرتے یہ گرگ، معاشرہ کے مفلوک الحال اور تنگ دست کروڑوں عوام کے غیظ و غضب سے کب تک بچ کر رہیں گے؟۔۔۔ کیا ان کو قربانی کا سبق دینے والا کوئی نہیں۔۔۔ کیا قدرت کی ساری نعمتیں، قارون کے تمام خزانے اور ملکی و قومی وسائل کی ہر چیز اسی ہڈ حرام طبقہ کیلئے ہی مخصوص ہے۔۔۔ ان لوگوں کی اخلاقی اقدار کہاں سو گئی ہیں؟۔۔۔ اور کیا ہر سزا، ہر ظلم، ہر جبر، ہر سختی اور ہر محرومی۔۔۔ پسماندہ، بے کس اور بے بس غریب طبقات کے مقدر میں لکھی ہوئی ہے؟ یہ انسانی اقدار کا بُعد و امتیاز قدر آنے والا ہے جو خود کو بالادست سمجھنے والے اور نخوت و تکبر میں مبتلا انسان N.R.O ت کا تو ہر گز تقاضا نہیں ہو سکتا۔ اب قدرت کا

کے تحت یہ رسی کھینچی N.R.O بھیڑیوں کیلئے شکنجے کی صورت میں نمودار ہو گا۔ جن کی رسی دراز ہو چکی ہے اب ان کے لئے قدرت کے جانے والی ہے۔

! جناب وزیراعظم

کیا ایسے انسان نما بھیڑیوں کو محض اس لئے بدنام نہ کیا جائے کہ اس سے سسٹم کے جام ہونے کا خدشہ ہے حالانکہ انکی بدنامی شرفِ انسانیت کے بول بالا ہونے کا باعث بن سکتی ہے۔ انہیں بدنام کرنے اور قانون کے شکنجے میں لا کر قعر مذلت کی جانب دھکیلنے میں ہرگز دیر نہیں کرنی چاہیے۔ یہ سسٹم کی بقا کا نہیں، انسانی معاشرے کی بقا کا سوال ہے۔ آنے والے وقت کے بے رحم پھیڑوں سے بچنے کیلئے اپنی عادت کی قربانی کر لیجئے۔ اگر ویزوں، مشیروں کے قلمدان تبدیل یا ختم بھی کر دیے جائیں تو کیا ضمانت ہے کہ یہ گرگ ظالم قوم کے مفاد کو اپنے مفادات پر ترجیح دے کر قربانی کی کوئی نئی مثال قائم کریں گے۔

بدلنی ہے تو مئے بدلو طریق میکشی بدلو

فقط اک جام و مینا کے بدل جانے سے کیا ہو گا؟

گزشتہ تقریباً ڈیڑھ سال کے دوران میں موجودہ حکومت نے جمہوری نظام کو پروان چڑھانے، قومی ایجنڈے کو آگے بڑھانے اور جمہوری میں الجھ کر جو سیاسی و جمہوری (Issues) قوتوں کے تعاون سے اداروں کو مضبوط کرنے کی کوئی شعوری کوشش نہیں کی۔۔۔ اور ایسے ایشوز نظام ہی نہیں ملک و قوم کے مجموعی مفادات سے بھی متصادم تھے، اپنے آپ کو کمزور کیا۔ اگر ذاتی مفادات کی قربانی دی گئی ہوتی تو آج یہ روزِ بد دیکھنا نصیب نہ ہوتا جس سے حکومت کو یہ دن دیکھنے پڑ رہے ہیں۔۔۔ مثلاً آئین کی سترھویں (17 ویں) ترمیم کے خاتمہ میں لیت و لعل۔۔۔ آزاد عدلیہ کی بحالی سے گریز۔۔۔ این۔ آر۔ او کے تحت مراعات یافتہ افراد کا تحفظ۔۔۔ جنرل (ر) پرویز دور کی امریکہ نواز پالیسیوں کو جاری رکھنے۔۔۔ اور کرپشن و بے ضابطگی جیسے سنگین واقعات کو ٹھنڈے پیٹوں برداشت کرنے کی وجہ سے کئی فارمولے منظرِ عام پر آئے۔۔۔ اور کیری لوگر بل کی قبولیت کے علاوہ این۔ آر۔ او کی منظوری پر اصرار کی وجہ سے سسٹم کے چل چلاؤ کی باتیں ہونے لگیں۔ تم نے

ہر گز نہ چلن اپنا بدلنا سیکھا

ہر گام نئے قہر میں ڈھلنا سیکھا

گل چیں نے کب آدابِ گلستاں سیکھے؟

سیکھا بھی تو پھولوں کو مسلنا سیکھا

اے اربابِ عالی مرتبت!۔۔۔ یہ مناسک حج کی ادائیگی کا مہینہ ہے۔۔۔ یہ قربانی کا مہینہ، بری عادتیں قربان کرنے کا مہینہ کیوں نہیں بن سکتا؟۔۔۔ مہنگائی کا جن بوتل میں کب بند ہو گا اور اسے کون بند کرے گا؟۔۔۔ یہ چینی کے ذخیرہ اندوز اور چینی کی ملوں کے مالک کب تک

عوام کا خون چوستے رہیں گے۔۔۔ یاد رکھو! قدرت کی لاشی بے آواز ہوتی ہے۔

نہ جا اس کے قتل پر کہ ہے بے ڈھب گرفت اسکی

ڈر اس کی دیر گیری سے کہ ہے سخت انتقام اس کا

5

دعوت قرآن

اسلام کا تصورِ حلت و حرمت

سورة المائدہ کا اجمالی تعارف

قسط دوم درس: حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

حُرِّمَتْ عَلَیْکُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِزْرِ وَمَا اُیْلَ لَیْسَ بِاللَّهِ بِہ۔۔۔ الخ

صدق اللہ العظیم

ترجمہ: حرام کر دیا گیا ہے تم پر مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جس جانور پر (ذبح کے وقت) غیر اللہ کا نام پکارا گیا ہو۔۔۔ الخ

((المائدہ: ۳))

تشریح و توضیح

سورة المائدہ کی پہلی دو آیات کریمہ کے اندر اللہ رب العزت نے حج و عمرہ کے مسائل و آداب سکھاتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ نے تمہارے

لئے ہر قسم کے جانور اور چوپائے حلال کر دے ہیں۔ ہاں جو جانور تم پر بعض حکمتوں کے تحت حرام فرمائے گئے ہیں ان کا بطور خاص تذکرہ

آئندہ آ رہا ہے۔ لہذا اس آیت نمبر ۳ میں اللہ رب العزت نے حرام جانوروں اور حرام چیزوں کی فہرست گنوا کے فرمایا ان کے علاوہ باقی

سارے جانور امت مسلمہ پر حلال ہیں۔۔۔ ان کا دودھ حلال ہے۔۔۔ ان کا گوشت حلال ہے۔۔۔ اور ان سے دنیوی فائدہ لینا بھی حلال ہے۔

اس کے ساتھ ساتھ اللہ رب العزت نے فرمایا کہ جب تم احرام باندھ کر حج یا عمرہ کی غرض سے میرے شہر مکہ میں آؤ تو اس گھر کی حرمت

و تقدس کی بناء پر یہاں کے حلال جانوروں کا شکار کرنا بھی تم پر حرام کر دیا گیا ہے۔ کیونکہ میرا اعلان ہے مَنْ دَخَلَ 'کَانَ اِمْنًا۔۔۔ یہاں جو بھی

آئے گا اس کو امن ملے گا۔

یہ امر بھی یاد رکھو کہ حالت احرام کے علاوہ بھی اللہ رب العزت نے ہر شکار کو جائز قرار نہیں دیا بلکہ شریعت نے اس کے لئے چند شرائط

متعین فرمادیں۔ وہ جانور اگرچہ حلال ہے، طیب ہے، اس کا کھانا جائز ہے لیکن اگر وہ شکار کی شرائط پر پورا نہ اترے تو ایسے جانور کا گوشت بھی انسان پر حرام ہے۔

شکار کے حلال ہونے کی شرائط

ز۔۔۔ شکار کے حلال ہونے کے لئے بنیادی شرط یہ ہے کہ شکاری جانور یا شکاری پرندہ بھیجنے والا مسلمان ہو۔ اگر بھیجنے والا مسلمان نہیں تو شکار حلال نہیں۔

ز۔۔۔ دوسری شرط یہ ہے کہ جس جانور کو شکار پر بھیجا جا رہا ہے وہ سکھایا ہوا اور تربیت یافتہ ہو۔ اگر جانور کو پہلے سے سکھایا نہیں گیا کہ شکار کیسے کرنا ہے تو اس جانور کا کیا ہوا شکار حلال نہیں۔

ز۔۔۔ تیسری شرط یہ ہے کہ شکاری جب جانور کو شکار کیلئے بھیج رہا ہے تو اس کو بھیجتے وقت بسم اللہ اکبر پڑھا جائے۔ اگر بغیر بسم اللہ اکبر پڑھنے کے اس جانور کو چھوڑا گیا اور اس نے جا کے شکار کر لیا تو وہ شکار بھی تمہارے اوپر حرام ہوگا۔

ز۔۔۔ چوتھی شرط یہ ہے کہ جس جانور کو بسم اللہ اکبر پڑھ کر شکار کیلئے چھوڑا گیا ہے، اگر اس نے شکار کر کے اس کا کچھ حصہ خود کھا لیا تو وہ بھی حرام ہو گیا۔ سکھائے ہوئے جانور کا یہ فائدہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے شکار کو خود نہیں کھاتا بلکہ پکڑ کے اپنے مالک کے پاس لے آتا ہے۔

ز۔۔۔ اسی طرح یہ بات بھی ذہن میں رکھی جائے کہ جس جانور کو شکار کیا جائے اگر وہ زخمی ہو کر زندہ ہی شکار کرنے والے تک پہنچ جائے تو اب شکار کرنے والے کیلئے ضروری ہے کہ اس کو دوبارہ بسم اللہ اکبر پڑھ کر ذبح کرے۔ اگر ویسے ہی ذبح کر لیا اور بسم اللہ اکبر نہیں پڑھا گیا تو وہ بھی حرام ہو گیا۔ ان تمام شرطوں کے ساتھ اللہ نے تم پر شکار حلال کیا ہے۔

: اس کے بعد اسی آیت نمبر ۲ میں ارشاد فرمایا

وَلَا يَجْرِي مَعَكُمْ فِي هَٰذَا الْأَرْضِ عَنِ الْحُرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا لِعَنِي تَمَهِينَ كَسِي قَوْمِ كِي دَشْمَنِي اس بات پر نہ ابھارے کہ اگر انہوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا تھا، تو تم بھی ان کو روک دو۔ اے مسلمانو! یہ بدلہ لینا تمہاری شان کے خلاف ہے۔

مفسرین کرام نے اس آیت کے شان نزول کے بارے فرمایا ہے کہ سن چھ ہجری میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عمرے کی نیت سے احرام باندھ کر مدینہ منورہ سے چودہ سو صحابہ کو ساتھ لے کر مکے کی جانب تشریف لائے تھے۔ جب آپ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو سرداران مکہ نے آگے بڑھ کر مسلمانوں کو روکا۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ مسلمان ہم پر حملہ کرنے آرہے ہیں۔ انہیں یہ سمجھایا گیا کہ دیکھو! مسلمانوں نے احرام کا لباس پہنا ہوا ہے، ان کے پاس کوئی ہتھیار نہیں، یہ لڑنے کیلئے نہیں آئے۔۔۔ لیکن مشرکین مکہ اڑ گئے کہ ہم تمہیں مکے کی طرف جانے ہی نہیں دیں گے۔ مکے والوں کا دوسری قوموں کے ساتھ جو بین الاقوامی معاہدہ تھا کہ تمہارا جب جی چاہے مکے میں آؤ اور آ کے طواف کرو۔۔۔ یہ اس معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔ مسلمانوں کو اس بات کی بڑی تکلیف ہوئی۔۔۔ صحابہ کے جذبات بے قابو ہو گئے۔۔۔ لیکن نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، صبر کرو۔۔۔ عنقریب وہ وقت آئے گا کہ جب ہم مکے میں فاتح بن کر آئیں گے۔

جس وقت یہ آیہ کریمہ اتری اس وقت اللہ کے فضل و کرم سے مسلمان ایک قوت تھے اور اس وقت اگر مسلمان چاہتے تو مشرکین عرب سے اس طرح بدلہ لے سکتے تھے کہ جن علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ تھا، مسلمان ان علاقوں کا محاصرہ کر لیتے اور کسی مشرک کو مکے کی طرف نہ آنے دیتے اور ان کے تجارتی قافلوں پر پابندی لگا سکتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود مسلمانوں نے ایسا نہ کیا اور صبر کیا اور قرآن پاک نے یہی تعلیم دی ہے کہ اے مسلمانو! تم صبر والی قوم ہو اور وسعت ظرفی سے کام لو کیونکہ تم رحمة اللعالمین نبی کے امتی ہو۔ تم دیکھو گے کہ اللہ تمہیں اس کا بہترین اجر دے گا اور وہ وقت جلدی آئے گا جب ہم فاتحانہ شان کے ساتھ مکے میں داخل ہونگے۔

حرام جانور

اسکے بعد آیت نمبر ۳ میں فرمایا جا رہا ہے کہ اب تمہیں جو جانور حرام ہیں ان کے نام گن گن کے بتایا جا رہا ہے تاکہ حرام واضح ہو جائے اسکے علاوہ باقی ہر چیز تم پر حلال ہوگی۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أَلْمُتَّيْعَةُ وَاللَّحْمُ الْغَيْرِزِيِّ رَوْنَاهُ لِّلَّهِ يَ۔۔ الخ اس آیت میں گیارہ چیزوں کی فہرست بیان کی گئی ہے کہ تم پر مردار یعنی ذبح کیا جانے والا وہ جانور جو اپنی طبعی موت مر جائے۔۔۔ بننے والا خون۔۔۔ خنزیر کا گوشت۔۔۔ اور وہ جانور جس کو غیر خدا کا نام لے کے ذبح کیا گیا ہو۔۔۔ اسی طرح وہ جانور جو اپنی طبعی موت نہ مرے بلکہ کسی خارجی عمل سے مر جائے مثلاً گلے میں پھندا آگیا۔۔۔ یا کسی ضرب سے مار مار کے مار دیا گیا ہو۔۔۔ یا بلندی سے گر کے مر گیا۔۔۔ یا لڑائی میں دوسرے جانور کے سینگ لگنے سے مر جائے۔۔۔ تو ان تمام کا گوشت تم پر حرام ہے۔۔۔ اس کے علاوہ وہ جانور جس کو کسی درندے نے چیر پھاڑ کھایا ہو اور وہ مر چکا ہو، وہ بھی تم پر حرام ہے۔ ہاں اگر وہ زندہ ہی تمہارے قبضے میں آگیا اور تم نے بسم اللہ اللہ اکبر پڑھ کر اس کو ذبح کر لیا تو اس کا کھانا تم پر حلال ہے۔ اسی طرح وہ جانور جو بتوں کے تقرب کیلئے ان کے نام پر ذبح کیے گئے ہوں، ان کا کھانا بھی تم پر حرام ہے اور گیارہویں بات یہ ہے کہ تیروں کے ذریعے فال نکال کر قسمت کا حال معلوم کرنا بھی حرام ہے۔

علت حرمت

اس آیہ کریمہ میں جو فرمایا گیا ہے کہ جو جانور غیر طبعی موت مر جائیں چاہے گلا گھٹنے سے مریں یا گر کے مریں یا تیز دھار آلے کی بجائے کسی ضرب سے مار مار کے اسے مار دیا جائے۔۔۔ تو ان کا گوشت حرام ہونے کی علت یہ ہے کہ جانور کا خون اس کے اندر ہی رہتا ہے جو زہر بن کر سارے گوشت میں پھیل جاتا ہے۔ ایسا گوشت صحت انسانی کے لئے سخت مضر ہے۔ ذبح کرنے میں یہی حکمت ہے کہ اولاً اللہ کے حکم اور اس کے نام سے جانور کی جان لی جاتی ہے اور اس کو ذبح کر کے اس کی شہ رگ اور اس کے دائیں بائیں کی رگیں کاٹ کر اس کا سارا خون نکال دیا جاتا ہے۔ چونکہ خون پہلے ہی حرام ہے، لہذا جب حرام کو حلال سے جدا کر دیا گیا تو باقی گوشت اللہ کے حکم سے حلال ہو گیا۔

دوسری علت یہ ہے کہ چونکہ حلال و حرام کا مالک اللہ رب العزت ہی ہے، لہذا اس نے ذبح شدہ جانور کا گوشت حلال کیا ہے اور جو جانور خود ہی طبعی یا غیر طبعی موت مر جائے، وہ جانور حلال ہونے کے باوجود بھی مسلمان پر حرام قرار دیا ہے۔ اسی طرح وَنَاذِرٌ عَلَى النَّصْبِ کا مفہوم یہ

ہے کہ وہ جانور جو بتوں کے تقرب کے لئے انکے مخصوص مقامات پر اور بتوں کے نام پر ذبح ہوں وہ بھی مسلمان کے لئے حرام ہیں۔ ان کے حرام ہونے کی وجہ یہ نہیں کہ وہ بتوں کے نام پر نامزد ہیں بلکہ ان کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ بتوں کے نام پر ذبح کیے گئے۔ اگر کسی بت سے منسوب جانور کو بسم اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا جائے تو اس کا کھانا مسلمان کے لئے حلال ہے کیونکہ وہ اہل غیر اللہ سے مراد ہی یہ ہے کہ ذبح کے وقت غیر اللہ کے نام پر اس کی جان لے لی جائے۔ جو کائنات کی جان کا مالک ہے اسی کے نام سے ہی جانور ذبح ہو تو حلال ہو گا ورنہ حرام ہے۔

بدشگونی حرام ہے

کفار و مشرکین کا اک طرز عمل یہ بھی تھا کہ وہ بدشگونی بہت لیتے اور تیروں کے ذریعے اپنی قسمت کا خود ساختہ مفہوم مراد لے لیتے۔ وان تستقسموا بالاذلام سے مراد یہی ہے کہ تیروں کی فال نکال کر اور پانسے ڈال کر جو تیروں کو تقسیم کیا جاتا ہے یہ طریقہ کار بھی تمہارے لئے حرام ہے۔

یہ طریقہ کار کئی قسم کا تھا مشرکین لوگ ایسا کرتے تھے کہ انہیں جب کسی سفر پر جانا ہوتا، کوئی کاروبار کرنا ہوتا، کوئی مکان بنانا ہوتا، کوئی بیاہ شادی کا سلسلہ درپیش ہوتا اور یہ معلوم کرنا ہوتا کہ یہ کام ہمارے لئے مفید ہے یا نہیں تو ان کا طریقہ یہ تھا کہ کپڑے کا اک تھید لیتے اور تین تیر لے کر ان میں سے ایک تیر پہ لکھ دیتے اَمْرِنِ رَبِّیْ رُبُّنِیْ نے مجھے یہ کام کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ دوسرے تیر پر لکھتے مَنَّعَنِ رَبِّیْ اللہ نے مجھے یہ کام کرنے سے منع کر دیا ہے اور تیسرا تیر خالی رکھتے، اس پر کچھ نہ لکھتے۔ تینوں تیر تھیلے میں رکھ لیتے اور کسی کو کہتے کہ آنکھیں بند کر کے کوئی ایک تیر نکالو۔ جو تیر اس کے ہاتھ میں آ جاتا اگر اس پہ لکھا ہوتا اَمْرِنِ رَبِّیْ تو کہتے یہ حکم رب کی طرف سے آگیا ہے بس یہ کام کر لو اور اگر وہ تیر ہاتھ میں آ جاتا جس پہ لکھا ہوتا مَنَّعَنِ رَبِّیْ تو کہتے رب کی طرف سے حکم آگیا ہے کہ یہ کام نہیں کرنا اور اگر وہ تیر نکلتا جس پر کچھ بھی نہ لکھا ہوتا تو کہتے کہ پھر تیر ڈالو تا کہ پھر نکالیں اور اللہ کی مرضی معلوم کریں۔ تو وہ لوگ تیروں پر اپنے ہاتھ سے لکھ کر اس کو اللہ کی مرضی سمجھتے جو اللہ کی ذات پر سراسر بہتان ہے۔ تو اللہ نے کہا نادانو! اگر تم نے اپنے معاملات کا یو نہی سلسلہ کرنا ہے تو میں نے تمہیں عقل کیوں دی ہے؟۔۔۔ تم عقل کو کس کھاتے میں ڈالو گے؟۔۔۔ شعور اور ادراک کو کس کھاتے میں ڈالو گے؟۔۔۔ تم اپنی عقل و شعور سے کام لو۔۔۔ یہ استقسام بالاذلام ایک قسم کا جو اور بہت بڑی غلطی ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے تمہیں اس کام سے منع کیا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تمہیں کوئی معاملہ درپیش ہو تو بدشگونی نہ لیا کرو بلکہ استخارہ کر کے اللہ سے مشورہ کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ استخارہ کے نتیجے میں تمہاری صحیح راہنمائی فرمائے گا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ہر معاملے میں استخارہ کرنے کا حکم دیتے تھے۔

خنزیر کے حرام ہونے کی وجہ

یہاں اک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردہ جانوروں کے ساتھ ساتھ زندہ جانور خنزیر کا گوشت خصوصیت سے کیوں حرام فرمایا ہے؟۔

اس کے جواب میں مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خنزیر کا گوشت تو حرام ہے اور اس کا دودھ حلال ہے۔۔۔ نہیں ہرگز نہیں۔ خنزیر کے گوشت کا ذکر اس لئے کیا گیا کہ عادتاً جس چیز کو جانور سے کھایا جاتا ہے وہ گوشت ہے، اس لئے لحم الخنزیر فرمایا گیا ورنہ خنزیر مطلقاً نجس العین ہے۔ پلیدی اور نجاست اس کی ذات میں شامل ہے۔ وہ اتنا پلید ہے کہ اس کا خشک جسم بھی اگر کسی کپڑے سے مس ہو جائے تو اس سے کپڑے پلید ہو جاتے ہیں۔ اب اس کی تفصیلی حکمتیں تو خدا ہی جانتا ہے کہ اس کا گوشت اتنا برا کیوں ہے۔ اس میں کیا کیا نجاستیں اور خباثتیں مضمحل ہیں جو اللہ نے مسلمانوں کو بڑی سختی سے روک دیا لیکن اقوام مغرب اور یورپ کے غیر مسلم لوگ یہ بڑے شوق سے کھاتے ہیں۔

ان کو دیکھتے ہوئے ظاہری طور پر جو بات سمجھ آتی ہے اس کے متعلق مفسرین فرماتے ہیں چونکہ خنزیر بڑا گندہ، بے غیرت اور بے حیاء جانور ہے۔۔۔ جنسی طور پر اس میں شہوت اور مادہ کی طرف رغبت بھی دوسروں کی نسبت زیادہ ہوتی ہے۔۔۔ انکی جفتی کا عمل بھی بڑا ہی حیاباختہ ہوتا ہے، لہذا اس کے گوشت میں بھی بے حیائی اور بے غیرتی کا عنصر غالب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یورپ کی غیر مسلم قومیں بے غیرت بھی ہیں اور بے حیاء بھی ان میں فحاشی اور عیاشی بہت زیادہ ہے۔ چونکہ اسلام ایک پاکیزہ اور دین فطرت ہے لہذا اللہ چاہتا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بڑی با غیرت اور حیاء والی ہو، اس لئے جس جانور کے گوشت میں بے حیائی اور بے غیرتی کا مادہ ہے خدا نے مسلمانوں پر اس کو قطعی حرام کر دیا ہے۔

وَمَا أَيْلَ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهَكَا مَفْهُوم

قارئین محترم! سورۃ مائدہ کی یہ آیت نمبر ۳ اور خاص کر آیت کا یہ حصہ آج کل پوری دنیا میں موضوع بحث ہے اور مختلف فرقے آپس میں لڑ رہے ہیں، میں اس کا تھوڑا سا مفہوم آپ کے سامنے عرض کر رہا ہوں۔ واما ایل لغير اللہ یہ کیتفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ رب العزت نے فرمایا اے مسلمانو! تم پر حرام کر دیا گیا ہے وہ جانور جس پر ذبح کے وقت اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو (بلکہ اس کو بتوں کے نام پر ذبح کیا جائے)۔

(جامع البیان ۵۱/۲، تفسیر طبری ۸۳/۶، درمنثور ۷۰۲/۲)

بعض لوگ اس آیت کا ترجمہ یہ کرتے ہیں کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام آگیا، جو شے غیر اللہ کی طرف منسوب ہوگئی، وہ حرام ہوگئی لہذا گیارہویں حرام۔۔۔ فاتحہ حرام۔۔۔ میلاد حرام۔۔۔ ختم حرام۔۔۔ ایصالِ ثواب حرام۔۔۔ نذر نیاز حرام۔۔۔ اولیاء اللہ کے مزارات پر لے جا کر تحفے پیش کرنا حرام۔۔۔ غرضیکہ دنیا میں کوئی چیز انہوں نے حلال نہیں چھوڑی۔ جو کچھ اللہ نے حلال کیا تھا اس پر حرام کے فتوے لگا رہے ہیں، یہ معنی سراسر غلط ہے۔ جب پوچھا جائے کہ تم ایسا کیوں کہتے ہو؟۔۔۔ تو کہتے ہیں۔۔۔ کیا اللہ نے نہیں کہا واما ایل لغير اللہ بہجس چیز پر غیر اللہ کا نام بولا جائے وہ حرام۔ لہذا تم جو کہتے ہو غوث پاک کی گیارہویں۔۔۔ فلاں پیر کا بکرا۔۔۔ فلاں بزرگ کی نیاز۔۔۔ چونکہ ان چیزوں پر غیر اللہ کا نام آگیا ہے لہذا یہ سب چیزیں حرام ہوگئی ہیں۔

قارئین محترم! اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ اور یہ قرآن دانی مان لی جائے اور اس آیت کا ترجمہ، جو صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور مفسرین کے برعکس وہ حضرات کرتے ہیں اگر وہ تسلیم کر لیا جائے تو۔۔۔ ہم کہتے ہیں پھر تو ساری دنیا ہی حرام ہے۔۔۔ ہر چیز ہی حرام ہے۔۔۔ تمہارا اپنا وجود بھی حرام ہے۔ مثال کے طور پر یہ مکان کس کا ہے؟۔۔۔ فلاں کا۔۔۔ تو اب مکان پر غیر اللہ کا نام آگیا تو مکان حرام ہو گیا۔ یہ بیوی کس کی ہے؟۔۔۔ فلاں کی۔۔۔ تو چونکہ بیوی پر غیر اللہ کا نام آگیا ہے لہذا بیوی حرام ہو گئی۔ یہ دوکان کس کی ہے؟۔۔۔ یہ زمین کس کی ہے؟۔۔۔ یہ کار کس کی ہے؟ یہ اسکوٹر کس کا ہے؟۔۔۔ یہ کپڑا کس کا ہے؟۔۔۔ یہ جائیداد کس کی ہے تو جواب میں ہمیشہ غیر اللہ کا نام ہی آئے گا، کسی بندے کا نام آئے گا تو ہر چیز حرام۔۔۔ پھر تو کائنات ساری کی ساری حرام ہے۔ دیکھو قرآن کا غلط ترجمہ کرنے کی وجہ سے کتنی مشکل پیش آگئی جس کا ان کے پاس کوئی جواب نہیں۔ لہذا یہ ترجمہ کرنا کہ جس چیز پر غیر اللہ کا نام آجائے وہ حرام ہو جاتی ہے یہ سراسر غلط ہے۔

بلکہ مفسرین، محدثین اور ائمہ دین متین کے فرمودات کی روشنی میں آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس جانور کو ذبح کے وقت غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے وہ حرام ہے۔

ہاں! اگر کوئی شخص غیر اللہ کی نذر مانے اور یوں کہے۔۔۔ اگر فلاں بزرگ نے میرا کام کر دیا تو اس بزرگ کے لئے بکرا ذبح کروں گا تو ایسی نذر نیاز حرام ہے کیونکہ البحر الرائق اور فقہ کی دیگر کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ نذر عبادت ہے اور مخلوق کی نذر ماننا حرام ہے اور اگر اس نے اللہ کی نذر مانی اور یوں کہا۔۔۔ اگر اللہ نے میرا فلاں کام کر دیا تو میں اس کے لئے ایک بکرا ذبح کروں گا اور اس کا گوشت فلاں بزرگ کے مزار کے فقراء میں تقسیم کروں گا اور اس کا ثواب اس بزرگ کو پہنچاؤں گا۔۔۔ تو اس میں حرام کرنے والی کوئی وجہ نہیں، ایسی نذر نیاز بالکل جائز اور حلال ہے۔

علاوہ ازیں۔۔۔ اگر کسی نے اللہ کے نام کے ساتھ کسی اور کا نام لیکر جانور ذبح کیا مثلاً یوں کہا باسم اللہ اللہ اکبر و باسم محمد تو ایسا کہنا یقیناً شرک ہے (اور اس طرح جانور حرام ہو جاتا ہے۔ (مظہری، روح المعانی وغیرہ)

ز

کچھ چیزیں تو وہ ہیں جو اصلاً نجس ناپاک اور حرام ہیں اور کچھ چیزیں اصلاً تو پاک اور حلال ہیں لیکن بعض خارجی قرینے کی بناء پر وہ حرام قرار دی جائیں گی۔ جیسے سور اور کتا، بندر وغیرہ یہ اصلاً حرام ہیں۔ لیکن بکری، دنبہ، گائے اونٹ وغیرہ اصلاً حلال ہیں لیکن اگر ان کو غیر خدا کے تقرب کی نیت سے ذبح کر دیا جائے تو ان کا گوشت کھانا مسلمان پر حرام ہو گا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی جانور (کو غیر اللہ کے تقرب یا عبادت کی نیت سے ذبح کر دے وہ شخص ملعون ہے۔ (تفسیر عزیزی اردو: ۲/۳۸)

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے مفسر قرآن حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

والا الذبح لغير الله فالمراد به ان يذبح باسم غير الله كمن ذبح للصنم او للصليب او لموسى وعيسى عليهم السلام او للكعبة ونحو ذالك فكل هذا حرام (فتاویٰ

عزیزی ۲۲/۱) فرماتے ہیں کہ ذبح لغیر اللہ سے مراد یہ ہے کہ ذبح کرنے والا غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے مثلاً کوئی شخص کسی بت یا صلیب یا حضرت موسیٰ یا عیسیٰ علیہما السلام یا کعبہ کے لئے ذبح کرے تو یہ سب حرام ہیں۔

اسی طرح امت کے معروف مفسرین نے بھی وما اہل لغیر اللہ بہ کی تفسیر کرتے ہوئے صراحت فرمائی ہے کہ ذبح کرتے وقت غیر خدا کا نام لیا جائے۔

ز۔۔۔ چنانچہ صاحب روح المعانی علامہ آلوسی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں

(ای رفع الصوت لغیر اللہ تعالیٰ عند ذبحہ والمراد بالالہلال ہناذکر ما یذبح لہ کالات والعزى) (روح المعانی ۵/۴)

(ز۔۔۔ علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی فرماتے ہیں: الالہلال رفع الصوت وهو قولہم عند الذبح باسم الات والعزى) (تفسیر مظہری ۲۰/۳)

(ز۔۔۔ صاحب جلالین بھی فرماتے ہیں: بان ذبح علی اسم غیرہ) (ص ۹۴)

(ز۔۔۔ تفسیرات احمدیہ میں بھی ہے: وما اہل بہ لغیر اللہ معناه ذبح بہ لاسم غیر اللہ مثل لات وعزى واسماء الانبیاء وغیر ذالک) (ص: ۴۴)

(ز۔۔۔ صاحب روح البیان لکھتے ہیں: ای رفع الصوت لغیر اللہ عند ذبحہ کقولہم باسم الات والعزى) (روح البیان ۲۰/۲)

ز۔۔۔ شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ بھی یہی رقم طراز ہیں یعنی

(بنام خدا ذبح کردہ نشدہ باشد) (اشعة اللمعات ۹۷/۳)

ز۔۔۔ اور امام ابو بکر جصاص حنفی رحمۃ اللہ علیہ توفیصلہ کن بات فرماتے ہوئے لکھتے ہیں

(لا خلاف بین المسلمین ان المراد بہ الذبیحة اذا اہل بہا لغیر اللہ عند الذبح) (تفسیر احکام القرآن: ۱۲۵/۱ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور)

یعنی مسلمانوں کے اندر تو اس بات میں کوئی اختلاف ہی نہیں کہ ”ما“ سے مراد وہ ذبیحہ ہے جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام پکارا جائے۔

ثابت ہوا کہ اس آیہ کریمہ کا ترجمہ کرتے وقت لازمی طور پر ذبح کے وقت کی شرط لگانی پڑے گی۔۔۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ اس کا معنی یہ

ہے کہ ذبح کرتے وقت بسم اللہ اللہ اکبر نہ کہا جائے اور جس طرح مشرک کہتے تھے اس طرح کہا جائے۔ مشرکین کی عادت تھی کہ جانوروں

کو بتوں کے نام پر چڑھا کر ذبح کے وقت کہتے تھے باسم الات والعزى ہم اس کو ذبح کرتے ہیں لات اور عزى کے نام پر۔ لات اور عزى ان کے

رب تھے اس لئے حرام ہیں۔ لیکن اگر وہ جانور اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے اور ذبح کرنے والا مسلمان ہو تو پھر حلال ہے خواہ وہ ذبح سے پہلے

کسی بت کی طرف منسوب ہو۔ خواہ وہ حضور علیہ السلام کے میلاد کا تبرک ہو، خواہ وہ غوث پاک کی گیارہویں کا جانور ہو یا کسی بزرگ کی روح کو

ایصالِ ثواب کیلئے پیش کیا جائے، وہ ہرگز حرام نہیں۔ حرام اس وقت ہے جب کسی جانور کو ذبح کرتے وقت حضور کا نام لیا جائے یا کسی نبی ولی

کا نام لیا جائے۔ لیکن ذبح سے پہلے اور ذبح کے بعد نبی تو نبی رہے اور ولی تو ولی رہے اگر کسی بت کا نام بھی لیا جاتا رہے تو وہ حرام نہیں ہوتا

۔۔۔ اور اس بات پر قرآن و حدیث گواہ ہیں۔

قرآن کی گواہی

اس کی تائید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: **وَمَا كُمْ إِلَّا نَاكُثُونَ** اِمْنَا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْہِ لَوْ كُو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جس جانور کو اللہ کا نام لے کر ذبح کیا گیا ہے تم اس کو حرام سمجھتے ہو؟ حالانکہ وہ تو حلال ہے۔

ثابت ہوا کہ ذبح کے وقت کی یہ قید لگانی ہی پڑے گی۔ آگے پیچھے ہم جو جانوروں پر یا مختلف چیزوں پر بزرگان دین کا نام بولتے ہیں کہ غوث پاک کی گیارہویں۔۔۔ حضور کا میلاد۔۔۔ فلاں کا ختم تو اس کا وہ مطلب نہیں جو مشرکین بولتے تھے۔ ان کی تو نیت یہ ہوتی تھی کہ یہ بت ہمارے معبود اور ہمارے خدا ہیں اور ہم اپنے جانوروں کو اپنے بتوں کی عبادت کیلئے نامزد کرتے ہیں۔ لیکن کوئی مسلمان کسی نبی ولی کے نام پر کسی جانور کو اس نیت سے نامزد نہیں کرتا۔۔۔ نہ ہی کوئی مسلمان کسی نبی ولی کو خدا مانتا ہے۔۔۔ اور نہ ہی نبیوں و لیوں کو معبود مانتا ہے۔۔۔ اور نہ ہی نبی ولی کا نام لے کر ذبح کرتا ہے۔۔۔ اور نہ نبیوں و لیوں کی عبادت کیلئے ان جانوروں کو مخصوص کرتا ہے بلکہ اس عمل کے اندر بھی عبادت۔۔۔ اللہ کی ہے۔۔۔ تقرب اللہ کا ہے۔۔۔ رضا اللہ کی ہے۔۔۔ اور وہ خون بہاتا ہے اللہ کیلئے۔ لیکن ہم جو پہلے یا بعد میں نام لیتے ہیں اس نام لینے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اس اہتمام کا۔۔۔ اس قربانی کا۔۔۔ اس صدقے کا۔۔۔ اس جنس کا ثواب۔۔۔ فلاں ولی کی روح کو پہنچے۔ صرف ایصال ثواب کرنا مقصود ہوتا ہے اور یہ طریقہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا طریقہ تھا۔

حدیث کی گواہی

بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں یہ احادیث موجود ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عید قربان کے موقع پر اپنی طرف سے بھی جانوروں کو ذبح کرتے اور اپنی امت کی طرف سے بھی اور یوں فرمایا کرتے **اَللّٰھُمَّ ہٰذِہٖ لَآ مَنتَی** یہ میری امت کی طرف سے ہے۔ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانور کو ذبح تو اللہ کے نام پر کرتے تھے اور جو یہ فرماتے تھے کہ یہ امت کی طرف سے ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس قربانی کا ثواب امت کیلئے ہے۔ اسی طرح ہم لوگ گیارہویں۔۔۔ بارہویں۔۔۔ ختم۔۔۔ تیجہ۔۔۔ دسواں۔۔۔ عرس۔۔۔ فاتحہ۔۔۔ اور نیاز جیسے جو لفظ بولتے ہیں ان کا مطلب یہ ہے کہ بے شک یہ عبادت اللہ کی، تقرب اللہ کا، رضا اللہ کی مقصود ہے اور یہ جو لیوں نبیوں کا نام بول رہے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نیک عمل کا ثواب۔۔۔ انہیں پہنچے۔

دوسری دلیل

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب جانور ذبح کرتے تو فرماتے: **اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ مُحَمَّدٍ وَآلِ مُحَمَّدٍ** اے اللہ اس کو میری اور میری آل کی طرف سے قبول فرما۔۔۔ کبھی جانور ذبح کرتے تو فرماتے: **اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ اُمّۃِ مُحَمَّدٍ** (مسلم شریف ۱۵۶/۲۔۔۔ ابن حبان ۵۶۴/۷) اے اللہ اس کو قبول کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی طرف سے۔

ثابت ہوا جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لینا چاہیے۔ ذبح سے پہلے اور ذبح کے بعد مخلوق میں سے جس کو ثواب پہنچانا مقصود ہے ان کا نام بلا شک و شبہ جانوروں پر بولو کوئی حرج نہیں۔۔۔ وہ حلال ہیں۔۔۔ جائز ہیں۔۔۔ طیب ہیں۔۔۔ پاک ہیں۔۔۔ طاہر ہیں۔۔۔ کیونکہ بندوں کی طرف یہ نسبت مجازی ہے اور ایسی نسبت کرنا جائز ہے۔

تیسری دلیل

بخاری شریف کی حدیث مبارکہ ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری والدہ وفات پاگئی ہے کیا کوئی ایسا عمل ہے کہ وہ عمل میں کروں اور اس کا ثواب قبر میں میری والدہ کو پہنچتا رہے؟۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں ہے۔۔۔ عرض کی کیا؟۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی ماں کے نام پر مسلمانوں کے لئے اک کنواں کھوادو۔ جب تک خلق خدا اس کنویں سے پانی پیتی رہے گی، اس کا ثواب تیری ماں کو ملتا رہے گا۔ (ابوداؤد، کتاب الزکوٰۃ)

پھر حضرت سعد نے مدینہ پاک میں حکم رسول کے مطابق کنواں کھدوایا۔۔۔ اس کنویں کا جو نام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا وہ تھا بڑا ام سعد۔ یعنی یہ سعد کی ماں کا کنواں ہے۔ اب اس کنویں پر غیر اللہ کا نام آگیا کہ نہیں؟۔۔۔ یہاں غیر اللہ کا نام ضرور آیا مگر اس مبارک کنویں سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی پیتے رہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی پیتے رہے۔۔۔ اب کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ام سعد کی نسبت کی وجہ سے کنویں کا پانی حرام ہو گیا۔۔۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے معاذ اللہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یا آپ کے صحابہ کرام نے پھر ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے حرام پانی پیا؟۔۔۔ کیا حضور علیہ السلام نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو مسلمانوں کو حرام پانی پلانے کی تعلیم دی تھی۔ العیاذ باللہ

اگر بقول آپ کے وہ پانی حرام تھا تو حرام تو سراسر ظلم و عصیان ہوتا ہے اور اس سے ثواب کی توقع رکھنا کفر ہے۔۔۔ جبکہ میرے آقا تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ اس وقت مسلمانوں کیلئے کنواں کھدوا کر پانی کا انتظام کرنا افضل صدقہ (ہے)۔ (ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ)

معلوم ہوا کسی جنس پر اگر مجازی طور پر غیر اللہ کا نام آجائے تو وہ حرام نہیں ہوتی۔ یہ تمام مالی صدقات ان کی عبادت کیلئے نہیں بلکہ یہ ان کے ایصالِ ثواب کیلئے ہیں۔ جب نیت درست ہو تو پھر مسلمانوں کے اس عمل کو مشرکین مکہ کے عمل کے ساتھ ملانا کتنی بڑی جسارت اور کتنی بڑی زیادتی اور ظلم ہے۔ یہ تمام غلط فہمیاں، بدگمانیاں اور جھوٹے الزامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے معاشرے کو پاک بنائے اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کے متعلق صحیح رائے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور یہ جو غلط فہمیاں بدگمانیاں اور بد اعتقادات پیدا ہو گئی ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دور فرمائے۔ آمین

حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ کی شرح شمائل ترمذی

ترتیب و تدوین: علامہ محمد رمضان مجددی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

باب ماجاء فی صفة ادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ أَلْطَبَ لَحْمٍ لَظَهْرٍ (شمائل ترمذی: ۱۰)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سب سے بہترین گوشت، پشت یعنی پٹھ کا گوشت ہے۔

توضیح حدیث

اللہ رب العزت نے انسان کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے اور اسکے کھانے پینے کیلئے جو بے شمار نعمتیں نازل فرمائیں ان میں سب سے عمدہ چیز گوشت ہے جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام کھانوں کا سردار قرار دیا ہے۔ پھر گوشت کی بھی کئی قسمیں ہیں۔ پرندوں کا گوشت، مچھلی کا گوشت، بھیڑ بکری کا گوشت، گائے اور اونٹ کا گوشت، الغرض گوشت کی جو بھی قسم ہو اس کا شمار اعلیٰ اور عمدہ کھانوں میں ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ آقا علیہ السلام نے اس نعمت کو بڑی رغبت سے تناول فرمایا ہے اور مختلف حصوں کے گوشت کی تعریف و توصیف اور جسم انسانی کیلئے اس کی افادیت کو واضح فرمایا ہے جیسا کہ زیر نظر باب میں حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ آقا علیہ السلام نے پٹھ کے گوشت کو بہترین گوشت فرمایا ہے۔

روٹی اور سالن بنی نوع انسان کی خوراک میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں۔ عصر حاضر کا انسان نت نئے طریقوں سے ان کو پکا کر اور مختلف اجزائے ترکیبی سے نت نئی ڈشیں بنا کر ان سے محفوظ ہو رہا ہے۔ بلا تفریق رنگ و نسل ہر خطہ کے لوگ ہزار ہا قسم کے کھانے کھاتے ہیں اور کبھی کھاکھا کے ان سے جی اکتا جاتا ہے مگر روٹی اور سالن یہ اللہ رب العزت کی ایسی نعمتیں ہیں کہ ان کو کھا کھا کر انسان کا جی نہیں بھرتا بلکہ جب تک وہ روٹی سالن نہ کھائے اسکی تسلی ہی نہیں ہوتی۔ جس طرح جنسوں کے اندر جو بھی ہے، جو ار بھی ہے، باجرہ بھی ہے، چاول بھی ہیں مگر گندم کی روٹی سب سے عمدہ ہے اسی طرح سالن کی ہزاروں ڈشوں میں گوشت سب سے اعلیٰ ہے جیسا کہ خود سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد

فرمایا

(اللَّحْمُ سَعْدُ الطَّعَامِ لِأَهْلِ الدُّنْيَا أَوْ الْآخِرَةِ) (جمع الوسائل

گوشت دنیا اور آخرت میں تمام کھانوں کا سردار ہے۔

اسی طرح جناب علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کا فرمان عالی شان ہے

(اللَّحْمُ سَعْدُ الطَّعَامِ لِأَهْلِ الدُّنْيَا أَوْ الْآخِرَةِ) (جمع الوسائل

کہ دنیا کے کھانوں میں اول نمبر کھانا گوشت ہے کیونکہ یہ رنگ کو صاف کرتا ہے اور اعضاء کی بناوٹ میں خوبصورتی لاتا ہے۔ اگر چالیس دن کے اندر گوشت قطعاً استعمال نہ کیا جائے تو اعضاء کی دلکشی برقرار نہیں رہتی۔ حکماء، اطباء، اور ڈاکٹر حضرات بھی فرماتے ہیں کہ گوشت نمکیات، لحمیات، وٹامنز اور دیگر غذائی اجزاء کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ گوشت کے عمدہ ہونے کا اب یہ مطلب نہیں کہ انسان باقی ہر چیز چھوڑ دے اور صرف گوشت ہی کھاتا رہے۔ انسان کو ہمیشہ متوازن خوراک کھانی چاہیے اور گوشت، سبزیاں، دالیں سب اللہ کی نعمتیں ہیں ان کو ضرور استعمال کرنا چاہیے۔ زیادتی ہر شے کی نقصان دہ ہے اور اعتدال ہر اعتبار سے بہتر ہے کیونکہ *لَا مُؤَرَّؤُ سَطْطَہَا* کے مطابق ہر معاملے میں اعتدال ہی بہترین عمل ہے۔

ز۔۔ معروف محدث حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

كَانَ أَحَبَّ الطَّعَامِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّحْمُ وَهُوَ زَيْدٌ وَسَيْعٌ نَقُوءٌ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت اس لئے زیادہ مرغوب تھا کیونکہ یہ انسانی قوت کو ستر گنا تک بڑھا دیتا ہے۔

ز۔۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس حدیث مبارکہ پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت اس لئے زیادہ پسند تھا کیونکہ یہ عقل کو زیادہ کرتا ہے۔

گوشت کھانے کا مسنون طریقہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وہ خوش نصیب صحابی ہیں جو اکثر سفر و حضر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہتے اور آقا علیہ السلام کے ہر عمل کو خوب غور سے ملاحظہ فرماتے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں

(أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْحُمُ فَرَفَعَ إِلَيْهِ الزَّرَاعَ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَنَهَشَ مِنْهُ) (شمائل ترمذی: ۱۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں کسی نے گوشت پکا کے پیش کیا تو آپ نے اس میں سے دستی کا گوشت اپنے دند ان اقدس سے نوچ کر تناول کیا اور فرمایا گوشت کو اگر دانتوں سے نوچ کر کھایا جائے تو یہ خوب ہضم ہوتا ہے اور جزو بدن بھی بنتا ہے۔

دوسرا طریقہ

گوشت کا ٹکڑا اگر بڑا ہو یا ایک ہی کھانے میں کئی لوگ شریک ہوں تو اس کو چھری سے کاٹ کر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنا پھر اس کو دانتوں سے نوچ کر کھانا یہ بھی مسنون طریقہ ہے جیسا کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ ایک دعوت کا منظریوں پیش کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی گئی تو میں بھی آپ کے ساتھ دعوت میں شریک تھا۔ آپ کی خدمت میں پہلو کا بھنا ہوا گوشت پیش

کیا گیا۔

ثُمَّ أَخَذَ الشُّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحْرِفُحَرِّي بَہَامِنَهُ

چونکہ یہ ٹکڑا بہت بڑا تھا اسلئے آقا علیہ السلام نے چھری سے کاٹ کاٹ کے اس کے ٹکڑے مجھے کھانے کیلئے عطا فرمائے۔ حضرت علامہ بیجوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ حضرت ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہما کی دعوت کا ہے۔

پشت کا گوشت

امام ترمذی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کو یوں تو بکری کے ہر حصے کا گوشت پسند تھا مگر آپ پشت یعنی بٹھ کے گوشت کو ترجیح دیتے کیونکہ یہ بہت لذیذ اور زود ہضم ہوتا ہے اور پیٹ میں گرانی پیدا نہیں کرتا۔ چونکہ یہ ریڑھ کی ہڈی کے ساتھ ہوتا ہے اسلئے قدرے نمکین ہونے کی وجہ سے خوب لذیذ ہوتا ہے۔

دستی کا گوشت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دستی، پہلو، شانہ اور گردن کا گوشت بھی بہت پسند فرمایا ہے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ اپنا اک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی اور کھانے کیلئے بکری ذبح کی۔ چونکہ آپ کو دستی کا گوشت بڑا پسند تھا لہذا میں نے اس کی دستیاں بہترین پکا کے آپ کی خدمت میں پیش کیں تو آپ نے بڑی رغبت سے وہ گوشت ! تناول فرمایا۔ یہ کھا کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا

ایک اور دستی لاؤ

چنانچہ میں نے دوسری دستی بھی پیش خدمت کر دی۔ آپ نے وہ بھی رغبت سے کھائی اور فرمایا

ایک اور دستی لاؤ

میں نے عرض کی یا رسول اللہ! کیا بکری کی دستیاں زیادہ بھی ہوتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ سَكَّتْ لَنَا وَتَنَّى الزَّرَّاعُ مَا دَعَوْتُ

فرمایا اے ابو عبیدہ! مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد کی جان ہے اگر تو خاموش رہتا تو آج تیرے سامنے میرا یہ معجزہ ظاہر ہوتا کہ تیری بکری میں اتنی برکت پڑتی کہ جب تک میں اسکی دستیاں مانگتا رہتا۔۔۔ تو اسکی دستیاں ہی مجھے پیش کرتا رہتا۔ (ترمذی شریف

(شامل: ۱۰)

پتہ چلا کہ یہ ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ اگر آپ کسی کھانے کیلئے برکت کی دعا فرمادیں یا اسکی طرف نظر کرم سے دیکھ لیں تو اس میں خدا کی طرف سے بے شمار برکت شامل حال ہو جاتی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایمان افروز دعوت

بخاری، مسلم اور مشکوٰۃ کی حدیث مبارکہ ہے کہ غزوہ خندق کے دن حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے کیا دیکھا کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے شدت بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے۔ اگرچہ اس وقت عام مسلمانوں کی حالت نہایت فقر و فاقہ میں گذر رہی تھی پھر بھی

محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا اس طرح بھوکا پیاسا ہونا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے گوارا نہ ہوا۔۔۔ دل بھر آیا اور آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

آپ فوراً گھر گئے اور اپنی اہلیہ محترمہ کو ساری صورتحال سے آگاہ کرتے ہوئے پوچھا کیا گھر میں کھانے کیلئے کچھ ہے؟
اس نیک بخت صحابیہ نے جواب دیا بس تھوڑے سے جو ہیں اور یہ بکری موجود ہے۔ اس کو ذبح کر کے اور کھانا تیار کر کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دیں۔

میاں بیوی کے درمیان بننے والے اس پروگرام کو جو حضور علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کر دیا اے صحابہ! آج جابر نے تم سب کی دعوت کی ہے، آؤ جابر کے گھر دعوت کھانے چلیں۔

پھر حضور علیہ السلام نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا

میرے آنے تک نہ آنا گوندھنا اور نہ ہی چولہے سے ہنڈیا اتارنا۔

جب حضور علیہ السلام تشریف لائے تو آپ نے اس کھانے پر برکت کی دعا فرمائی اور اپنا لعاب دہن مبارک آٹے اور ہنڈیا میں ڈال دیا۔۔۔ پھر فرمایا روٹیاں پکانے والی ایک اور بلا لیا اور ہنڈیا کو چولہے سے نہ اتارنا بلکہ اسی جگہ سے سالن نکال نکال کے لوگوں کو کھلاؤ۔
چنانچہ صحابہ کرام گروہ درگروہ آتے رہے۔۔۔ روٹیاں پکتی رہیں۔۔۔ اور صحابہ کرام کھاتے رہے۔۔۔ جب سب کھا کے سیر ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کھانا تناول فرمایا۔ حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جو کھانا میں نے پکایا تھا وہ تو صرف چند نفوس کیلئے تھا۔۔۔ مگر جن کی دعوت محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی میں نے ان خوش نصیب صحابہ کرام کو جب شمار کیا تو وہ ایک ہزار کی تعداد تھے اور محبوب (خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہمارے آٹے اور ہنڈیا میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔ (بخاری: ۵۸۸/۲، مسلم: ۱۷۸۰/۲، مشکوٰۃ: ۵۳۲)
اسی طرح حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک اور دعوت میں بھی کھانے میں خوب برکت ہوئی۔ آپ کی خدمت میں تھوڑا سا شریذ پیش کیا گیا مگر آپ نے اپنے ساتھ صحابہ کرام کو بلا لیا اور فرمایا آؤ! جابر کی دعوت قبول کریں۔ پھر فرمایا خبردار تم میں سے کوئی بھی کسی ہڈی کو نہ توڑے۔ جب سارے صحابہ کھانا کھا چکے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اے جابر ساری ہڈیاں اکٹھی کر لو۔

جب حکم کی تعمیل کی گئی تو حضور علیہ السلام نے ان پر ہاتھ رکھ کے کچھ پڑھا اور برکت کی دعا کی تو وہ بکری اللہ رب العزت کے فضل سے کان ہلاتی ہوئی دوبارہ زندہ ہو گئی۔

! پھر وہ بکری آپ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو عطا کرتے ہوئے فرمایا اے جابر

یہ دعوت تمہاری طرف سے تھی

اور

یہ بکری ہماری طرف سے ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں وہ بکری لے کر گھر آیا تو میری بیوی پوچھتی ہے، یہ بکری کہاں سے لائے؟ تو میں نے کہا: ہٰذَا اللّٰهُ شَأْنُهَا لَيْتِي وَبِحَسْبِ دَعَا اللّٰهِ فَأَخَذَ اَهْلُنَا قَالَتْ اَشْهَدُ اَنَّهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَرَمَانِے لَکَ! خدا کی قسم یہ وہی بکری ہے جو ہم نے محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ذبح کی تھی۔ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے اس کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ وہ صحابیہ خوشی سے پکار اٹھیں۔۔۔ میں اس بات کی گواہی دیتی ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (زر قانی علی المواہب: ۱۸۴/۵، خصائص کبریٰ: ۱/۲۲، حجة اللہ علی العالمین ۴۲۱۰)

یہ کیا تھا۔۔۔ یہ حضور علیہ السلام کا بے مثال معجزہ تھا۔ پتہ چلا کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ اپنے غلاموں کیلئے جو چاہیں فیصلہ فرما سکتے ہیں اور خدا آپ کی ہر دعا قبول فرماتا ہے۔ والحمد للہ علی ذالک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایمان افروز معجزہ

فتح خیبر کے بعد ایک یہودیہ عورت کے دل میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلاف بغض و عناد بہت زیادہ بڑھ گیا۔ اس نے فیصلہ کن انداز میں یہ ارادہ کیا کہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زہر ملا کر کھانا کھلا دوں گی اگر وہ واقعی سچے نبی ہوئے تو میرا زہر ان پر اثر نہیں کر سکے گا لیکن اگر وہ اپنے قول میں سچے نہ ہوئے تو ہماری خلاصی ہو جائے گی۔

چنانچہ اس نے گوشت پکا کر اس میں زہر ملا دیا اور حضور علیہ السلام کی دعوت کی۔ آپ کے ساتھ آپ کے ایک صحابی حضرت بشر بن براء رضی اللہ عنہ بھی شریک دعوت تھے۔ انہوں نے جب کھانا شروع کیا اور دونوں حضرات نے ایک ایک لقمہ کھالیا۔ جب اگلا لقمہ کھانے لگے تو حالات بدل گئے۔ آپ کے ساتھ جو صحابی تھے وہ اس زہر کی وجہ سے اسی وقت شہید ہو گئے اور حضور علیہ السلام پر زہر نے وہ اثر جو یہودیہ کو مطلوب تھا نہ کیا بلکہ حضور علیہ السلام کے ہاتھ میں وہ زہر آلود گوشت کا ٹکڑا بول اٹھا اِنِّیْ مَسْمُوْمٌ یَّارَسُوْلَ اللّٰهِ مجھے مت کھانا میں زہر آلود ہوں۔ حضور علیہ السلام نے اسی وقت یہودیہ سے پوچھا تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟۔۔۔ کہنے لگی میں اپنے ذہن کے مطابق آپ کے حق و باطل کا فیصلہ کرنا چاہتی تھی۔ جب زہر نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہودیہ کا مطلوبہ اثر نہ دکھایا تو وہ کلمہ پڑھ کے مسلمان ہو گئی۔

یہاں پر علماء و محدثین نے بڑی ایمان افروز باتیں لکھی ہیں انہیں پوری توجہ سے ذہن نشین فرمائیں۔
۱۔۔ بعض نادان لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی نفی کرتے ہوئے اعتراض کرتے ہیں کہ اگر حضور علیہ السلام کو علم غیب ہوتا تو آپ جان لیتے اور یہ زہر آلود گوشت نہ کھاتے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے محدثین فرماتے ہیں کہ یہ علم غیب کے اثبات یا نفی کی بحث نہیں بلکہ اس میں اللہ کی حکمت تھی کہ زہر حضور علیہ السلام کے جسم میں آجائے۔ کیونکہ خدا اگر چاہتا تو گوشت کا پہلا لقمہ ہی بول اٹھتا۔۔۔ لیکن ایسا نہیں ہوا کیونکہ اللہ کو زہر کھلا کر یہودیہ کو یہ دکھانا ہی مقصود تھا کہ یہ میرا نبی۔۔۔ سچا نبی ہے۔ جبریل امین علیہ السلام نے بھی آپ کو آکر بتا دیا تھا کہ یا رسول اللہ! یہ گوشت زہر آلود ہے۔ چونکہ پہلا لقمہ کھانے سے خدا کی مشیت پوری ہو چکی تھی لہذا حجت تمام ہو گئی۔ اگر حضور وہ زہر آلود گوشت نہ کھاتے تو حضور علیہ

السلام کا یہ عظیم الشان معجزہ کس طرح منظر عام پر آتا اور وہ یہودیہ سمیت کئی لوگ کس طرح مسلمان ہوتے؟۔

یہ حقیقت ہے کہ اللہ نے اپنے محبوب کو سرور انبیاء بنایا تھا۔ اب کئی نبی وہ تھے جن کو زہر کے ذریعے شہید کیا گیا، کئی انبیاء کو تیر و تلوار سے شہید کیا گیا۔ اب کوئی یہ اعتراض کر سکتا تھا کہ دوسرے نبی شہید ہوئے اور تمہارے نبی کی ذات میں شہادت کا مرتبہ درج نہیں۔۔۔ لہذا تم اپنے رسول کو افضل الانبیاء کس اعتبار سے کہو گے؟ چونکہ یہ اعتراض ہو سکتا تھا اور اللہ نے اس اعتراض کو بھی دور کرنا تھا لہذا اس زہر کو آپ کے وجود میں رکھ کر شہادت سرب کی ابتداء کر دی گئی اور شہادت کی ایک قسم آپ کی ذات میں درج ہو گئی۔ اس شہادت کی انتہاء اس وقت ہوئی!

جب حضور علیہ السلام کا وصال ہو رہا تھا۔ آپ نے بوقت وصال فرمایا تھا اے عائشہ

وہ زہر جو خیر میں مجھے یہودیہ نے دیا تھا وہ آج غود کر آیا ہے اور میں اس زہر کی وجہ سے دنیا سے جا رہا ہوں۔

اور شہادت کی دوسری قسم شہادت جہری بھی حضور علیہ السلام کی ذات میں رکھ دی گئی کیونکہ طائف کی وادی میں زخموں سے چور ہونا اور غزوہ احد میں چوٹوں کا لگنا اور دندان اقدس کے کنگرے شہید ہونا یہ گویا شہادت جہری تھی جو ذات مصطفیٰ میں درج کر دی گئی۔

اس طرح شہادت کی یہ دونوں قسمیں جو ذات مصطفیٰ میں درج کی گئیں تو حضور علیہ السلام کی ذات میں شہادت سرب کا کمال بھی آگیا اور شہادت جہری کا کمال بھی آگیا۔ پتہ چلا اس زہر آلود گوشت کے کھانے میں خدا کی حکمتیں پوشیدہ تھیں۔

اب دوسرا سوال یہ ہے کہ یہ دوسرا لقمہ جو بولا تھا۔۔۔ آخر پہلا لقمہ کیوں نہیں بولا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے محدثین فرماتے ہیں کہ پہلا لقمہ تو حکمت خداوندی کے تحت خاموش رہا لیکن جب اس جان کائنات نے دوسرے لقمے کو ہاتھ لگایا تو مردہ گوشت میں جان آگئی۔ وہ زندہ ہو گیا اور اسی وقت بولنے لگا۔ سبحان اللہ

یہ سب کچھ کیا تھا میرے آقا تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے مثال معجزہ تھا جس نے کتنے ہی بے ایمان لوگوں کو دولت ایمان سے مشرف فرمادیا۔ سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم

قربانی کا گوشت کھانا ثواب ہے

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اپنے جذبہ اخلاص کی بناء پر اپنے لخت جگر کی قربانی کیلئے تیار ہو گئے تو اللہ رب العزت نے اس قربانی کو قبول فرماتے ہوئے جناب اسماعیل علیہ السلام کو بچالیا اور ان کے بدلے جنتی دنبہ ذبح کروادیا۔

تب سے لیکر اب تک اور اب سے لیکر قیامت تک مسلمانوں کو اس سنت ابراہیمی کو زندہ کرنا حکم دیا گیا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ہذا الا ضاحی۔۔۔؟ یہ قربانیاں کیا ہیں؟

(تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا سُبْحَانَكَ اَبے کُم اَبْرَہِیْمَ (ابن ماجہ: ۲۳۳، مشکوٰۃ: ۱۲۹)

یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں۔

قربانی جہاں ابراہیمی یادگار ہے وہاں سنت حبیب پروردگار بھی ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں

اَقَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْمَدِينَةِ ثِيَةَ عَشَرَ سَنَةً عُصْحَى

(جامع ترمذی، مسند احمد)

یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال تک رہے اور وجوب قربانی کے بعد آپ ہر سال قربانی فرمایا کرتے تھے۔
اس کا گوشت خود بھی کھاتے اور صحابہ کرام میں بھی تقسیم فرماتے۔ یہ ٹھیک ہے کہ قربانی گوشت کھانے کیلئے نہیں کی جاتی بلکہ یہ حکم
خداوندی کی تعمیل ہے۔ لہذا یہ گوشت صرف اپنے گھر تک محدود نہ رکھا جائے بلکہ اس کے تین حصے کر کے ایک حصہ خود رکھیں اور دو حصے
اپنے رشتہ داروں اور فقراء و مساکین میں بھی تقسیم کرنا چاہیے کیونکہ سورۃ الحج میں ارشاد خداوندی ہے
(فَكُلُوا مِنْهُ وَأَطِيعُوا أَمْرًا نَفْعًا وَالْمَعْرُوفَ الْحَجَّ: ۳۶)

ان قربانیوں کا گوشت خود بھی کھاؤ اور قناعت کرنے والے فقیروں کو بھی دو اور بھیک مانگنے والوں کو بھی کھلاؤ۔
اگر ہم گوشت کو سنت سمجھ کر اعتدال سے کھائیں گے تو اللہ رب العزت ہمیں ہر ہر لقمے پہ اجر و ثواب سے نوازیں گے اور یہ لقمے ہمارے وجود
میں برکت کا باعث ہوں گے۔

اللھم ارزقنا یا ہاجرۃ سید المرسلین

7

البینات شرح مکتوبات

شرح۔۔ ابو البیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز

قسط دوم

دفتر اول۔۔ مکتوب ۱۸۶

کفن میت میں عمامہ خلاف سنت ہے

متن: در تکفین میت عمامہ را بدعت حسنہ گفتہ اند با آنکہ ہمیں بدعت رافع سنت است چہ زیادتی بر عدد مسنون کہ سہ ثوب باشد نسخ است و نسخ
عین رفع

ترجمہ: متاخرین علماء، میت کے کفن میں دستار کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہ بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون جو تین کپڑے ہیں
ان پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ کفن میت میں عمامہ کو بدعت حسنہ قرار دینے سے رفع
سنت لازم آتا ہے کیونکہ مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں جیسا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: اَنَّ

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے کپڑوں کی تعداد دریافت کی گئی فقالت فی ثلاثۃ اثوابٍ سَحَوَّیَّتِیۡ تو انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحوئی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔
(صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی کفن المیت فی ثلاثۃ اثواب جلد اول ۳۰۶)

کَفَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَخْلَعٍ أَثَوَابٍ خُزْائِيَّةٍ الْحَمْدُ ثَوْبَانِ وَقَمِيصُهُ الذِّي مَاتَ فِيهِ يَعْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْتَيْنِ خِجْرَانِي (کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں دو کپڑے حلہ تھے اور ایک قمیص تھی جس میں آپ نے وصال فرمایا تھا۔) (ابوداؤد ۹۶/۲ مکتبہ رحمانیہ لاہور ز۔۔۔ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال سے قبل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کفن نبوی کے متعلق دریافت فرمایا: قَالَتْ فِي مَخْلَعٍ أَثَوَابٍ بَعْضٍ سَحْوَلِيَّةٍ۔۔۔ فَنَظَرُ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ عُرْصٌ فِيهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانٍ فَقَالَ اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزَيِّنِي دُؤَالَهُ ثَوْبَيْنِ كَفَّنُونِي فِيهِمَا۔۔۔ وَفِي رِوَاةٍ فِيهَا يَعْنِي حُضُورَ أكرم صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَوْتَيْنِ سَفِيدَ سَحْوَلِي كِطْرُوهٍ فِي كَفَنٍ دِيَاغِيَا۔۔۔ پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کپڑوں کی طرف دیکھا جن میں آپ بیمار ہوئے تھے وہ زعفران سے آلودہ تھے تو آپ نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھولینا اور اس کے ساتھ مزید دو کپڑے ملا کر مجھے ان میں کفن دینا۔

دوسری روایت میں یوں ہے

بینہ: واضح رہے کہ کفن میں عدد مسنون تین کپڑے ہی ہیں اس لئے ان میں عمامہ کی زیادتی سے عدد مسنون نہیں رہتا بلکہ جفت ہو جاتا ہے جو خلاف سنت اور بدعت ہے اور بدعت رافع سنت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

نَاخَذَتْ قَوْمٌ بِدُعَى الْأَرَفِ مِثْلَهَا مِنَ السُّنَنِ فَنَمَسَتْ بِسُنَّتِي مَنْ مَرَّ مِنْ إِحْدَاثِ بَدْعٍ لِيَعْنِي جَبْ كَوْنِي قَوْمٌ بِدْعَتِ إِبْرَاهِيمَ كَرْتِي هُوَ تَوَاسِي كَمَا مُطَابِقِ اس قَوْمِ (سے سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت پر عمل کرنا جبرائے بدعت سے بہتر ہے۔) (مشکوٰۃ: ۳۱)

دوسری حدیث میں یوں ہے

مَا بَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةٍ فِي دِينِهِ إِلَّا نَزَعَ اللَّهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَأَى عُدَّاهُ الْإِسْلَامَ إِلَى عَمَلِهِ لَعْنَةُ أُمَّةٍ يَعْنِي كَوْنُ قَوْمٍ أَيْ دِينٍ فِي بَدْعٍ شَرُوعَ نَهَى كَرْتِي مَكَرَ اللَّهِ تَعَالَى اس جیسی ایک سنت اس قوم سے اٹھالیتا ہے پھر اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف واپس نہیں لوٹاتا۔ (مشکوٰۃ: ۳۱) العیاذ باللہ منہا

متن: ہم چین مشائخ ارسال فاش را بجانب دست چپ مستحسن داشتہ اند و سنت در فاش ارسال آن بین الکفتین است پر ظاہر است کہ ایں بدعت رافع سنت است

ترجمہ: اسی طرح مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں جانب لٹکانا مستحسن رکھا ہے حالانکہ شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ عمامہ کا شملہ بائیں طرف لٹکانا بدعت ہے جس سے رفع سنت لازم آتا ہے بلکہ شملہ کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا سنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتِهِ 'بَنَ كَتِفَيْهِ' يَعْنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبَّ عِمَامَةً بَانِدَةً هَتَّةً تَوَّاسَ كَاشْمَلَهُ دُونِ (مبارک کندھوں کے درمیان لٹکالیتے۔) (مشکوٰۃ: ۳۷۴)

ز۔۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی دستار کا شملہ بائیں جانب لٹکانا بدعت ہے۔ (اشعۃ اللمعات مترجم ۵/۵۷۲)

بینہ: واضح رہے کہ جن علمائے متاخرین نے شملہ عمامہ کو بائیں طرف لٹکانا مستحسن قرار دیا ہے شاید ان کا اس سے مقصود مردوں کے ساتھ مشابہت ہو حالانکہ یہ عمل رافع سنت ہے جو بدعت تک لیجانے والا اور حرام تک پہنچانے والا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ مشابہت افضل ہے یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت افضل ہے کیونکہ آپ وہ ذات انور ہیں جو موتوا قبل ان تموتوا کے شرف سے مشرف ہیں۔ لہذا اگر وہ مردوں کے ساتھ مشابہت کے خواہاں ہیں تو پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مشابہت کے لئے دوسروں سے افضل واولیٰ ہیں۔ بنا بریں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و متابعت ہی کرنا چاہیے تاکہ مرتبہء محبوبیت نصیب ہو سکے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ سَعِيَ عَمَلًا ہے۔ اللہم ارزقنا ایما

حضرت ابوالبیان رحمۃ اللہ علیہ کا نہایت ایمان افروز خطاب

ترتیب و تدوین: علامہ محمد نوید اقبال مجددی

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

اِنَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(قَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنْ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ) (الفتح ۱۸)

صدق اللہ مولانا العظیم

!حضرات محترم

ذوالحجہ کا مہینہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے۔ اس ماہ کی 18 تاریخ کو خلیفہ سوم، شہید مظلوم، ذوالنورین، صاحب الحجر تین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی لہذا آج کے خطبہ جمعۃ المبارک میں آپ کی فضیلت و شہادت کے متعلق عرض کرنا مقصود ہے۔
حضرات گرامی! اسلامی سال کی ابتداء محرم الحرام کے مہینے سے ہوتی ہے اور اسلامی سال کا اختتام ذوالحجہ کے مہینے پر ہوتا ہے۔ اس میں قدرت نے ایک حسین و جمیل مناسبت پیدا کر دی ہے۔ 10 محرم الحرام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کی تاریخ ہے اور 18 ذوالحجہ حضرت سیدنا عثمان غنی کی شہادت کی تاریخ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو یہ سبق دینا چاہتا ہے کہ دیکھو! تمہارے اسلامی سال کی ابتداء بھی شہادت سے ہوئی اور انتہاء بھی شہادت پر ہوئی ہے تاکہ مسلمان اپنے بزرگوں کی شہادت کی تاریخ یاد رکھیں اور اپنے اندر ذوق شہادت کی لذت اور اس کی اہمیت محسوس کرتے رہیں۔

فضیلت عثمان احادیث کی روشنی میں

ہم اہلسنت و جماعت ہیں۔۔۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ۔۔۔ الصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُرُوفٌ۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ عابد۔۔۔ زاہد۔۔۔ عادل۔۔۔ مومن متقی اور جنتی ہیں۔ شرف صحابیت میں سب برابر ہیں اور ہم سب کی عظمتوں کو سلام عقیدت پیش کرتے ہیں، تاہم کچھ فضیلتیں:
:انفرادی ہوتی ہیں۔۔۔ جیسا کہ حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

(كُلُّ نَبِيٍّ رَفِيقٌ وَرَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ عُمَانُ) (ترمذی، مشکوٰۃ ص ۸۶۱)

ہر نبی کا جنت میں ایک رفیق ہو گا اور جنت میں میرا رفیق عثمان ہے۔

:حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

(اِنَّ عُمَانَ رَجُلٌ حَبِيْبٌ يَّمِيْكُ عُمَانُ غَنِيْ بِهٖتَ حَيَاوَالِے ہيں۔) (مسلم ۲/۲۷۷)

حیاء کی اہمیت

:حیا کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِخَيْرٍ۔۔۔ حیا نیکی ہی نیکی ہے

الْحَيَاءُ خَيْرٌ كُلِّهِ۔۔۔۔۔۔ حیا بھلائی ہی بھلائی ہے

اور عثمان کی حیا ایسی ہے کہ۔۔۔ فرشتے بھی اس سے حیا کرتے ہیں

حضرات محترم! توجہ فرمائیں

حیا فرشتوں کی صفت ہے۔۔۔ اور عثمان غنی مجسمہ حیا ہے

حیا ایمان کا حصہ ہے۔۔۔ اور عثمان غنی پیکر حیا ہے

حیادار مومن جنتی اور صاحب شان ہے۔۔۔ اور عثمان غنی کامل الحیاء والا ایمان ہے

سفیر رسول

ہجرت کے چھٹے سال ذوالقعدہ کے مہینہ میں۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً 1400 صحابہ کے ہمراہ، احرام باندھ کر۔۔۔ قربانی کے جانور

ساتھ لیکر۔۔۔ مدینہ پاک سے عمرہ کی غرض سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو مشرکین مکہ نے، مکہ میں

داخل ہونے سے روک دیا۔ اس وقت ضرورت پڑی کہ کسی کو بطور سفیر۔۔۔ نمائندہ بنا کر مشرکین مکہ سے گفتگو کے لئے بھیجیں جو اس بات

کی وضاحت کرے کہ ہم لوگ جنگ و جدل کے لئے نہیں آئے۔۔۔ عمرہ کی ادائیگی کے لئے آئے ہیں۔ سامان حرب و ضرب نہیں لائے۔۔۔

خالی ہاتھ آئے ہیں۔۔۔ احرام باندھ کر آئے ہیں۔۔۔ قربانی کے جانور ساتھ لائے ہیں۔۔۔ تو چودہ سو صحابہ میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم

:کی نظر انتخاب سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر پڑی۔ حضور نے فرمایا

أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ

اے عثمان! آج تم اللہ کے رسول کے رسول (نمائندہ) بن کر جاؤ۔

سیدنا عثمان کا عشق رسول

حضرات محترم! حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیر رسول خدا بن کر قریش مکہ کے پاس پہنچے۔۔۔ اپنا موقف رعب و جلال کے ساتھ

بیان فرمایا اور انہیں یقین دلایا کہ ہم مسلمانوں کا عمرے کے علاوہ اور کوئی ارادہ نہیں۔ سرداران قریش مکہ نے اس حقیقت کو تسلیم نہ کیا اور

اپنے فیصلے پر ڈٹے رہے تاہم ابوسفیان و دیگر قریش کے سرکردہ افراد نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر احسان کرتے ہوئے کہا

کہ گر میل داری تو طواف حرم

بکن مانعت نیست کس زیں حشم

ولیکن محال است ایں بے گراف

کہ آید محمد برائے طواف

اے عثمان! اگر آپ بیت اللہ کا طواف کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ عمرہ کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ مقام ابراہیم پر نفل پڑھنا چاہتے ہیں۔۔۔ آب زم زم پینا چاہتے ہیں۔۔۔ حجر اسود کا بوسہ لینا چاہتے ہیں۔۔۔ صفا و مروہ کی سعی کرنا چاہتے ہیں۔۔۔ تو کر لیں ہماری طرف سے آپ کو کھلی اجازت ہے لیکن اے عثمان! تیرے نبی کو طواف کعبہ کی ہر گز اجازت نہیں دیں گے۔ یہ سنتے ہی عثمان غنی کی غیرت ایمانی جوش میں آگئی۔۔۔ آپ نے

پر جلال لہجے میں جواب دیا

طواف حرم بے رسول خدا

نہا شد بر پیر دانش روا

نہ ہو جو تو ہی اے ساقی تو کیا کرے کوئی

ہو اکو، ابر کو، گل کو، چمن کو، صحن گلستاں کو

!حضرات محترم! توجہ فرمائیں

محبت اور عشق کی دنیا میں سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے اس جواب کا جواب نہیں۔ اس جواب کا مزہ کسی دیوانے سے پوچھو۔۔۔ کسی

مستانے سے پوچھو۔۔۔ کسی عاشق سے پوچھو۔۔۔

یہ دعوت فکر ہے ان لوگوں کے لئے جو یہ بات کہتے ہیں کہ۔۔۔ بس اللہ کی عبادت کافی ہے۔ نمازیں پڑھتے جاؤ۔۔۔ بستر اٹھاتے جاؤ۔۔۔ چکر

لگاتے جاؤ۔۔۔ مونچھیں اور سر منڈاتے جاؤ۔۔۔ بخشش ہو جائے گی۔۔۔ نبی کے عشق و محبت کی ضرورت نہیں

قسم ہے رب ذوالجلال کی کہ مسلمان کی بخشش صرف عبادت سے نہیں ہوگی۔۔۔ نبی کے ساتھ عشق و محبت سے ہوگی۔

عشق والو۔۔۔ محبت والو۔۔۔ تاریخ اسلام پڑھنے والو۔۔۔ آؤ سیرت عثمان پر غور کرو۔۔۔ اور پھر سوچ کر یہ بتاؤ کہ۔۔۔ اگر کوئی خوش

نصیب شہر مکہ میں ہوا اور اس کی نگاہوں کے سامنے

خانہ کعبہ بھی ہو۔۔۔ اور۔۔۔ حجر اسود بھی

حطیم بھی ہو۔۔۔ اور۔۔۔ مقام ابراہیم بھی

رکن یمانی بھی ہو۔۔۔ اور۔۔۔ فضل ربانی بھی

آب زم زم بھی ہو۔۔۔ اور۔۔۔ مقام مستجار و ملتزم بھی

منیٰ اور مزدلفہ بھی ہو۔۔۔ اور۔۔۔ صفا و مروہ بھی

احرام بھی باندھا ہو اور روکنے والا بھی کوئی نہ ہو تو کون ہے جو ایسی صورت میں بغیر طواف کے آنا پسند کریگا۔۔۔؟

مگر واہ عثمان!۔۔۔ تجھے میرے نبی کے ساتھ جو عشق ہے میں اس پر قربان جاؤں

:اے عثمان! تیرے عشق کو میرا سلام ہو۔ اس پیکر عشق رسالت نے فرمایا

جس نے مجھے کعبے کا پتہ بتایا وہ تو حدیبیہ کے مقام پر ہو جس نے مجھے طواف کا طریقہ سکھایا اسے تو یہاں آنے کی اجازت نہ ہو اور میں یہاں طواف کرتا پھروں۔

یہ نبی سے وفا نہیں۔۔۔ جفا ہے

محبت نہیں۔۔۔ منافقت ہے

مودت نہیں۔۔۔ عداوت ہے

:آپ نے فرمایا

میں دم ادا کر دوں گا، کفارہ دے دوں گا۔ مگر جب تک مکملی والا ساتھ نہیں ہو گا۔ طواف کرنا تو کجا کعبے کی طرف دیکھوں گا بھی نہیں۔

حضرات گرامی!۔۔۔ اگر کوئی آپ سے پوچھے کہ اسلام کی روح کیا ہے؟ تو یہ نہ کہنا کہ اسلام کی روح۔۔۔ نماز ہے۔۔۔ روزہ ہے۔۔۔ زکوٰۃ

ہے۔۔۔ حج ہے۔۔۔ صدقہ ہے۔۔۔ خیرات ہے۔۔۔ یا فلاں عبادت ہے بلکہ

آؤ! اگر فتویٰ

صدیق اکبر سے لیتے ہو

فاروق اعظم سے لیتے ہو

عثمان غنی سے لیتے ہو

مولا علی سے لیتے ہو

ہر اک ولی سے لیتے ہو

امام اعظم سے لیتے ہو

غوث اعظم سے لیتے ہو

مجدد اعظم سے لیتے ہو

تو سنو! انکا فتویٰ یہ ہے کہ اسلام کی روح صرف عبادت نہیں۔۔۔ بلکہ نبی کی محبت ہے۔

دل میں ہو بغض نبی اور کعبے کا طواف

یہ کعبے کے پھیرے تو ہیں طواف نہیں

ہمارا کسی فرقے، گروہ یا جماعت سے کوئی ذاتی اختلاف ہر گز نہیں ”اَلْحُبُّ لِلّٰہِ وَالْبُغْضُ لِلّٰہِ“ ہمارا موقف صرف یہ ہے کہ جس فرقے۔۔۔ جس

جماعت اور جس گروہ کے سینے میں نبی کی محبت نہیں۔۔۔ نبی کا ادب نہیں۔۔۔ اور نبی کا عشق نہیں، وہ لاکھ نمازیں پڑھے۔۔۔ حج کرے، اس کی کوئی عبادت قبول نہیں، کیونکہ محمد کی محبت دین حق کی شرطِ اول ہے اسی میں ہوا اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے ذوالبیعتین

کون عثمان غنی؟۔۔۔۔۔ جو ذوالبیعتین میں یعنی دو بیعتوں والا

سیدنا عثمان غنی کو تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو بیعتوں کا شرف ملا۔ ایک بیعت۔۔۔ بیعت اسلام ہے جبکہ دوسری بیعت۔۔۔ بیعت رضوان ہے۔ جب حدیبیہ کے مقام پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیر بنا کر سیدنا عثمان غنی کو مکہ میں بھیجا تو یہ خبر مشہور ہو گئی کہ عثمان کو مکہ والوں نے شہید کر دیا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے عثمان غنی کے قصاص کی بیعت لی۔ جب سب صحابہ سے بیعت لے چکے تو اپنے دست مبارک کو بلند کیا

(فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَلَيْسَ هَذَا يُدْعِي عُثْمَانَ فَضَرَبَ بِهَا عَلِيٌّ يَدَهُ وَقَالَ هَذَا لِعُثْمَانَ) (بخاری: ۵۲۳/۱)

! اے صحابہ دیکھ لو

یہ میرا ایک ہاتھ، میرا ہاتھ۔۔۔ یہ میرا دوسرا ہاتھ، عثمان کا ہاتھ۔۔۔ میں اپنے ہاتھ کو عثمان کا ہاتھ کہہ کر۔۔۔ بیعت کرتا ہوں۔ مصطفیٰ نے کہا:

هَذَا يَدِي يُدْعِي عُثْمَانَ مِثْرًا هَاتِهِ۔۔۔ عثمان کا ہاتھ ہے۔۔۔ تو خدا نے فرمایا:

يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ (الف: ۱۰)۔۔۔۔۔ محبوب جو تیرا ہاتھ ہے۔۔۔ وہ میرا ہاتھ ہے۔

ذوالہجرتین

کون عثمان غنی؟۔۔۔۔۔ جو ذوالہجرتین یعنی دو ہجرتوں والا

ایک ہجرت مکہ سے۔۔۔۔۔ حبشہ کی طرف

دوسری ہجرت مکہ سے۔۔۔۔۔ مدینہ کی طرف

:حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

(إِنَّ عِثْمَانَ أَوَّلَ مَنْ هَاجَرَ إِلَى الْأُمْنِيَّةِ لِبَيْتِ اللَّهِ بَعْدَ دَلْوِطِ)

عثمان وہ پہلا شخص ہے جس نے حضرت لوط علیہ السلام کے بعد اپنے اہل خانہ کے ساتھ اللہ کے راستے میں ہجرت کی۔

ذوالبشارتین

کون عثمان غنی؟۔۔۔۔۔ جو ذوالبشارتین یعنی دو بشارتوں والا ہے۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ انفرادی طور پر جنت کی

بشارت دی۔ ایک مرتبہ غزوہ تبوک میں مجاہدین اسلام کی مالی معاونت پر جب میرے حضور نے فرمایا

مَنْ جَهَّزَ جَيْشَ الْغُزَاةِ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهُ عُمَانُ

۔۔۔ دوسری مرتبہ بئر رومہ کی خریداری پر جب میرے حضور نے فرمایا 3

(مَنْ يَهْزُبُ غَزْرُومَةَ فَلَهُ الْجَنَّةُ فَجَهَّزَهَا عُمَانُ) (بخاری ۵۲۲/۱)

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی کو کل کی خبر نہیں۔۔۔ حالانکہ حضور تو یہ بھی جانتے ہیں کون کون جنتی ہے ان کو جنت کی سند بھی دیتے ہیں اور بشارت بھی دیتے ہیں۔

ض۔۔۔ غزوہ تبوک کے لئے لشکر اسلام کے پاس سامان جنگ کی قلت تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں مجاہدین کی امداد کیلئے اعلان فرمایا تو

سب صحابہ نے حسب توفیق مجاہدین کی امداد کی۔ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی باری آئی تو آپ نے تین سواونٹ مع پلان پیش کیے۔ حضرت عثمان غنی کا یہ ایثار اور مجاہدین کی یہ امداد دیکھ کر خدا کے نبی جوش میں آئے اور فرمایا: عثمان! میں آج بشارت دیتا ہوں کہ تو جنتی ہے۔

ض۔۔۔ مدینے میں پانی کی قلت تھی، مسلمان تین ساڑھے تین میل دور بئر رومہ پر جاتے تھے اور وہاں سے پانی خرید کر لاتے تھے۔ اس کنویں کا مالک ایک یہودی تھا جو یہودیوں کو پانی پہلے دیتا اور مسلمانوں کو بعد میں۔ وہ قیمتاً پانی دینے کے باوجود مسلمانوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔ ایک دن صحابہ کی یہ تکلیف رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھی نہ گئی تو مسجد نبوی میں اعلان فرمایا جو آدمی بئر رومہ خرید کر مدینے کے مسلمانوں کے نام وقف کر دے، میں اس کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

عثمان غنی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور عرض کی آقا! میں وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے نام وقف کرتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

عثمان! اس کنویں کے بدلے میں تجھے جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

اب آپ کا جی چاہے تو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالبشار تین کہہ لو پھر بھی ٹھیک ہے اور اگر جی چاہے تو ذوالجنتیت کہہ لو پھر بھی ٹھیک ہے۔ ذوالنورین

کون عثمان غنی؟۔۔۔ جو ذوالنورین یعنی دونوروں والا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے عثمان غنی کے نکاح میں دیں۔ ایک صاحبزادی حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا جب وصال فرما گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپ کا نکاح فرما دیا۔ جب وہ بھی وصال فرما گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان غنی سے محبت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا

لَوْ كَانَ عِنْدِي مَاءٌ بَنَاتٍ لَّرَوْيَتْكَ يَا عُثْمَانُ

اے عثمان! اگر خدا مجھ کو سو بیٹیاں عطا کرتا تو میں یکے بعد دیگرے ساری تیرے نکاح میں دے دیتا۔

حضرات! توجہ فرمائیں۔۔۔ نبی کی دو بیٹیوں کا یکے بعد دیگرے نکاح میں ہونا یہ وہ انفرادی فضیلت ہے جو اولین و آخرین میں سے کسی فرد کو حاصل نہیں ہوئی اور حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ اس فضیلت میں منفرد اور یکتا ہیں۔ اسی لئے اعلیٰ حضرت، امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ بارگاہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں عرض کرتے ہیں

نور کی سرکار سے پایادو شالانور کا

ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑانور کا

اسی جوڑے کی وجہ سے ساری امت۔۔۔ عثمان غنی کو ذوالنورین۔۔۔ یعنی دونوروں والا کہتی ہے۔

حضرات!۔۔۔ لطف کی بات یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین صرف ہم ہی نہیں کہتے۔۔۔ بلکہ عثمان کو ذوالنورین وہ بھی مانتے ہیں۔۔۔ جو نبی کو نور نہیں مانتے۔

یہ توحیرت کی انتہا ہے کہ نبی کے ایک نور ہونے کا تو انکار کرتے ہیں۔۔۔ جبکہ عثمان غنی کو دونوروں والا مانتے ہیں۔۔۔ کوئی ان سے یہ تو پوچھے کہ عثمان ذوالنورین کیسے بنا؟۔۔۔ تو ناچار یہی کہتے ہیں کہ نبی کی دو صاحبزادیاں عثمان غنی کے نکاح میں آئیں۔۔۔ تو عثمان ذوالنورین ہو گیا۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر تو ثابت ہو گیا کہ نہ صرف نبی نور ہے۔۔۔ بلکہ نبی کی دونوں بیٹیاں بھی نور ہیں۔۔۔ اور یہی اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

کون عثمان غنی؟

جو منبع جو دو سخا بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ پیکر شرم و حیا بھی

جو مجموعہ صبر و رضا بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ مجسمہء مروت و وفا بھی

جو ذوالبیعتین بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ ذوالبشارتین بھی

جو صاحب اللہجرتین بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ ذوالنورین بھی

جو امیر المومنین بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ امام المجاہدین بھی

جو جامع القرآن بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ کامل الایمان بھی

جو داماد نبی بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ ہم زلف علی بھی

جو قرآن کا قاری بھی ہے۔۔۔ اور۔۔۔ مسجد کا نمازی بھی

اگر حسین پر کربلا میں تین دن یا نبی بند رہا۔۔۔ تو۔۔۔ عثمان پر مدینہ میں چالیس دن یا نبی بند رہا

اگر حسین پر فرات کا پانی بند تھا۔۔۔ تو۔۔۔ عثمان پر اپنے زر خرید بڑا رومہ کا پانی بند تھا
اے ذکر کر بلا سنانے والے خطیبو، واعظو شہادت عثمان کا ذکر بھی کرو۔۔۔ کیونکہ
اگر حسین نو اسہ رسول ہے۔۔۔ تو عثمان داماد رسول ہے
اگر نو اسہ رسول کا امت پر حق ہے۔۔۔۔۔ تو داماد رسول کا بھی امت پر حق ہے
! کون عثمان غنی

جو جامع القرآن بھی ہیں۔۔۔۔۔ اور شہید قرآن بھی ہیں۔۔۔ جب باغیوں نے آپ پر حملہ کیا۔۔۔ تو آپ قرآن کی تلاوت کر رہے
تھے۔۔۔ آپ کے خون کے چھینٹے۔۔۔ قرآن کی آیت **فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ** (البقرہ: ۱۳۷) پر پڑے۔۔۔ تو گویا قرآن آپ کی
شہادت کا گواہ بن گیا۔

قیامت کے دن۔۔۔ حشر کے میدان میں۔۔۔ جب خدا کی بارگاہ میں شہید حاضر ہوں گے تو
کسی کی شہادت کی گواہی۔۔۔۔۔ بدر کا میدان دے گا
کسی کی شہادت کی گواہی۔۔۔۔۔ احد کا میدان دے گا
کسی کی شہادت کی گواہی۔۔۔۔۔ تبوک کا میدان دے گا
کسی کی شہادت کی گواہی۔۔۔۔۔ خندق کا میدان دے گا
کسی کی شہادت کی گواہی۔۔۔۔۔ خیبر کا میدان دے گا
کسی کی شہادت کی گواہی۔۔۔۔۔ کربلا کا میدان دے گا

مگر۔۔۔ جب حضرت عثمان غنی کی باری آئے گی۔۔۔ تو ان کی شہادت کی گواہی خدا کا قرآن دے گا۔ سبحان اللہ
اے شہید مظلوم۔۔۔ اے سیدنا عثمان غنی۔۔۔ ہم گنہگاروں کی طرف سے سلام عقیدت قبول کرو۔۔۔ آپ پر تو ہر صبح، ہر شام، ہر گھڑی
(خدا کا سلام آتا ہے سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنَغْمُ عَقَبِ الدَّارِ) (الرعد: ۲۴)
وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

تخلیقات

تاریخ۔۔۔ اور۔۔۔ آزر

علامہ محمد راشد مجددی ایم اے

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حق و باطل ہر دور میں برسرِ پیکار رہے ہیں۔ باطل ہمیشہ پوری شد و مد سے آتا ہے لیکن جب اہل حق اس کا
پوری شدت سے مقابلہ کرتے ہیں تو بالآخر باطل کو راہ فرار اختیار کرنا ہی پڑتی ہے۔ کیونکہ یہ اصول فطرت ہے اذاجاء الحق زهق الباطل باطل

جتنی بھی ظاہری چمک دمک کے ساتھ آئے بالآخر اسے منہ کی کھانی ہی پڑتی ہے۔

ایسا ہی اک منظر ہر سال ماہ ذی الحج میں دیکھنے میں آتا ہے کہ جب ماہ ذی الحج کی آمد آمد ہوتی ہے تو ارباب حق کی زبانیں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی توصیف سے معطر و منور ہو جاتی ہیں کیونکہ قربانی کا باب اس وقت تک مکمل ہی نہیں ہوتا جب تک جدا الانبیاء حضرت سیدنا ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی ذات ستودہ صفات کو خراج عقیدت نہ پیش کیا جائے۔ ارباب حق کے منبر و محراب سے جب صدائے حق بلند ہوتی ہے تو ایسے میں باطل کب خاموش رہ سکتا ہے؟ وہ ہمیشہ اپنی منفی سوچ نسل نو میں منتقل کرنے کی بھرپور سعی کرتا ہے۔ عالم اسلام کیلئے یہ کتاب بڑا المیہ ہے کہ دیگر مذاہب کے پیروکار جب اپنے بانی مذہب کی بات کریں گے تو عزتوں اور عظمتوں کی بلندیوں پر انہیں فائز کر دیں گے۔۔۔ لیکن مسلمانوں کے اندر ایک نادان طبقہ ایسا بھی ہے کہ جب علماء اہل سنت جناب خلیل اللہ علیہ السلام کی عظمتوں اور رفعتوں کو بیان کرتے ہیں تو یہ نادان دوست آپ کے والد ماجد کو معاذ اللہ کافر و مشرک ثابت کرنے کی اپنی سی کوشش کرتے ہیں۔

ع چوں کفر از کعبہ بر نیزد کجا ماند مسلمانی

چنانچہ احقاق حق اور ابطال باطل کے جذبے کے تحت حقیقت حال نذر قارئین کرنا مقصود ہے تاکہ کلمہ گوئی کا حق ادا ہو سکے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے آقا تاجدار مدینہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام وہ خوش نصیب ہیں جن کی صلب سے جناب حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نور مقدس منتقل ہوتا رہا اور حضور علیہ السلام نے فرمایا: لم ازل انقل من اصلا ب الطاہرین الی ارحام الطاہر اتمیں ہمیشہ پاک پشتوں سے پاک رحموں کی طرف منتقل ہوتا رہا آیا ہوں۔ اس اعتبار سے جملہ صحابہ کرام جمہور مفسرین، محدثین اور مؤرخین کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضرت عبداللہ سے لیکر حضرت آدم علیہم السلام تک حضور علیہ السلام کے تمام والدین مومن تھے، موجد تھے اور اللہ رب العزت کی توحید پر کاربند تھے اس لحاظ سے جناب ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد جناب تاریخ بھی موجد تھے۔

یہ امر بھی یاد رہے کہ ایک ہے والد اور ایک ہے اب۔۔۔ والد حقیقی باپ کو کہا جاتا ہے جبکہ اب کا لفظ عام ہے۔ جس کا اطلاق مجاز اداء، نانا، ماموں، چچا، تایا اور حقیقی باپ پر بھی ہو سکتا ہے۔

آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی باپ نہیں بلکہ چچا تھا۔ چونکہ آپ کے حقیقی والد تو اواکل عمر میں ہی وفات پا گئے تھے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے چچا آزر کی زیر کفالت تھے اور آزر ایک مشہور و معروف بت گر اور بت پرست تھا۔ قرآن حکیم میں اسی آزر کے ساتھ :

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مناظرانہ گفتگو کا تذکرہ ہے۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے

(واذا قال ابراہیم لایہی آزر اتخذ اصناما الہیۃ) الانعام: ۷۴

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے ازراہ تعجب فرمایا کیا تو ان بتوں کی عبادت کرتا ہے؟

یہاں لفظ اب سے ان نادانوں کو غلطی لگی اور اس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا حقیقی والد مراد لے لیا حالانکہ قرآن حکیم کی دیگر آیات

اور احادیث اس بات کی صراحت کرتی ہیں کہ لفظ اب عام ہے خاص نہیں۔ ان آیات و احادیث کو پڑھنے کے باوجود خدا جانے ان کی کونسی ایسی مجبوری ہے جس کی بناء پر یہ آزر کو حضرت خلیل اللہ کا حقیقی والد ثابت کرنے پر مصر ہیں حالانکہ یہ بات معتبر تفاسیر و احادیث اور اقوال مؤرخین کے سراسر خلاف ہے۔ اور تو اور رہے علماء لغت بھی اس بات پر متفق ہیں کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا والد قطعاً نہیں، وہ آپ کا چچا تھا۔

چنانچہ اس آیہ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت مجاہد، امام ابن جریج، امام سدی اور امام ابن منذر وغیرہم رضی اللہ عنہم نے آزر کے چچا ہونے کا ہی قول کیا ہے۔

آزر۔۔۔ علماء لغت کی نظر میں

: صاحب قاموس لفظ آزر کا معنی کرتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں

وکلمۃ ذم فی بعض اللغات واسم عم ابراہیم واما ابوہ فانہ تارخ

(قاموس ص: ۲۲۵)

آزر بعض لغات کے اعتبار سے کلمہ ذم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا کا نام ہے۔ کیونکہ آپ کے حقیقی باپ کا نام تارخ ہے۔

ز۔۔ صاحب لسان العرب علامہ ابن منظور فیصلہ کن گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ولیس بین النسابین اختلاف ان اسم ابیہ کان تارخ)

لسان العرب ۱/۱۳۲) یعنی ماہرین نسب کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارخ تھا۔

آزر۔۔۔ مفسرین کی نظر میں

نادان دوستوں کو تو اپنی نادانی کی بناء پر لفظ اب سے مغالطہ لگا لیکن مفسرین امت نے بڑے صاف واضح اور صریح لفظوں میں فرمایا کہ آزر

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد ہو ہی نہیں سکتا اور نہ ہی قرآن نے اسے والد کہا ہے۔۔۔ قرآن نے اسے لفظ اب سے تعبیر کیا ہے جس سے

مراد چچا ہے جیسا کہ صاحب تفسیر جمیل شیخ سلمان فرماتے ہیں

(قد جری المفسرون علی ان آزر اسم ابیہ وهو مشکل بما تقر فی السیر۔۔۔ الخ) (تفسیر جمل: ۴۹)

یعنی اگرچہ بعض مفسرین نے آزر کے والد ہونے کا قول کیا ہے لیکن کتب سیر اور تاریخی حوالہ جات کے پیش نظر اب سے مراد چچا ہی ہے نہ

کہ والد۔ ورنہ قرآن حکیم میں مذکور آپ کے نسب میں طعن لازم آئے گا۔

: ز۔۔۔ صاحب تفسیر درمنثور علامہ جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں

اخرج ابن ابی حاتم و ابو الشیخ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ فی قوله واذ قال ابراہیم لابیہ آزر یقول ان ابا ابراہیم لم یکن اسمہ آزر اسمہ تارخ

(تفسیر درمنثور ج سوم ص ۲۳)

یعنی حضرت امام ابن ابی حاتم اور ابو الشیخ نے مفسر اول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ تخریج کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کے

والد کا نام آزر نہیں بلکہ تارح تھا اور یہی قول صحیح ہے۔

: ز۔۔۔ صاحب تفسیر قرطبی بھی اسی آیت کے تحت لکھتے ہیں

(ولیس بین الناس اختلاف فی ان اسم والد ابراہیم تارح۔۔۔ الخ) (قرطبی ۱۶/۷)

یعنی لوگوں میں یہ متفق علیہ بات ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد کا نام تارح ہے آزر نہیں۔

ز۔۔۔ حضرت مجاہد بھی اسی بات کے قائل ہیں آزر چچا ہے والد نہیں۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا شجرہ نسب یوں نقل کیا۔۔۔ ابراہیم بن تارح بن ناخور بن ساروغ۔۔۔ الخ

ز۔۔۔ فکر مجددیہ کے امین اور نقیب، مجمع البحرین، بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بھی یوں رقمطراز ہیں صحیح تحقیق یہ ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا تھا اور عربی لوگ چچا کو بھی باپ کہہ لیتے تھے جیسا کہ امام رازی، شہاب یثی، سیوطی، (ابن عباس، مجاہد، ابن جریر اور سدی بھی اسی بات کے قائل تھے۔ (تفسیر مظہری، سورۃ الانعام آیت نمبر ۴۷

: ز۔۔۔ صاحب روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی علیہ الرحمہ اسی آیت کے ضمن میں یوں رقمطراز ہیں

والذی عول علیہ اللحم الغفیر من اہل السنۃ ان آزر لم یکن والد ابراہیم علیہ السلام وادعوا انہ لیس فی آباء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کافر اصلاً۔۔۔ الخ یعنی اہل سنت کے جم غفیر کا اس بات پر اعتقاد ہے کہ آزر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد نہیں تھے اور انہوں نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد میں سے اصلاً کوئی کافر نہیں۔۔۔ اور کافر کے بخشش کی دعا کرنا جائز نہیں۔۔۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ آزر کے ایمان اور اس کی بخشش کی دعا کرتے رہے۔ لیکن جب حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یہ واضح ہو گیا کہ خدا کا دشمن آزر کفر پر مر گیا ہے تو پھر آپ نے آزر کے لئے کبھی دعا نہ کی۔

ز۔۔۔ آزر کی موت اس وقت آئی جب نارنمرود کا واقعہ پیش آیا۔ پھر آپ ملک شام کی طرف چلے گئے، پھر شام سے مصر اور مصر سے پھر شام واپس آئے۔ اس کے بعد آپ اپنی بیوی حضرت ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو لیکر مکہ مکرمہ گئے اور وہاں یہ دعا فرمائی

(ربنا انی اسکنت من ذریعتی۔۔۔ ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب) (ابراہیم: ۷ تا ۲۱)

ثابت ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آزر کی موت سے ایک لمبی مدت بعد آزر کے لئے نہیں بلکہ اپنے حقیقی والدین کی بخشش کے لئے دعا کی۔ اگر آزر آپ کا حقیقی والد ہوتا تو آپ کا یہ دعا کرنا اصلاً صحیح نہ ہوتا۔ اب کا لفظ یہاں مجازاً باپ سے تعبیر کیا گیا ہے۔۔۔ اور اسی پر جمہور (اہل سنت کا اجماع اور اتفاق ہے۔ (تفسیر روح المعانی ۱۹۴/۷، ۱۹۵/۷)

ز۔۔۔ صاحب تفسیر کبیر امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے تو قول فیصل فرمادیا چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ آیت کا ظاہری معنی یہی ہے کہ آزر ابراہیم علیہ السلام کا باپ تھا، والد نہیں تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد تارح تھے اور آزر آپ کا چچا تھا اور لفظ عم کے لئے کبھی کبھی لفظ اب کا بھی اطلاق ہوتا ہے (اور یہ اطلاق مجازاً ہے) جیسا کہ اللہ رب العزت نے اولاد یعقوب علیہ السلام کی بات کو نقل کرتے ہوئے فرمایا

(نجد الہک والہ ابانک ابراہیم واسماعیل واسحاق الہ واحد) (البقرہ: ۱۳۳)

اولاد یعقوب نے کہا ہم آپ کے معبود اور آپ کے آباء ابراہیم واسماعیل واسحاق علیہم السلام کے معبود کی عبادت کریں گے۔
یہاں صاف بات ہے کہ اسماعیل علیہ السلام، یعقوب علیہ السلام کے چچا تھے جن کو قرآن نے اب کہا ہے اسی طرح یہاں بھی اے چچا آزر ہی
(مراد ہے نہ کہ حضرت تارخ) (تفسیر کبیر ۷/۳، ۱۲، ۱۳)

ز۔۔۔ امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے نہایت عمدگی سے صحیح اسلام کی نمائندگی کرتے ہوئے نسب و طہارت امام الانبیاء علیہ التہیۃ و الثناء کا
دفاع کیا ہے

اولاً: آپ نے ان لوگوں کا رد کیا ہے جو یہ کہتے ہیں۔۔۔ بے شک ابراہیم کے والد کا نام آزر ہے اور اہل نسب کا اس بات پر اجماع ہے کہ ان کا
نام تارخ تھا بعض اس کا اصلی نام آزر اور لقب تارخ کہتے ہیں اور لقب سے نام زیادہ مشہور ہو گیا یا آزر لقب اور تارخ نام ہو اور لقب نام سے
زیادہ مشہور ہو گیا ہو۔

امام رازی اس کا رد کرتے ہوئے اور اس کو ضعیف قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ دراصل یہ اجماع یوں ہوا کہ یہ قول لوگوں نے ایک دوسرے
کی پیروی کرتے ہوئے جوں کا توں قول نقل کر دیا اور بعد ازاں اسی پر اجماع کر بیٹھے حالانکہ ایسے تمام اقوال و ہب اور کعب وغیرہ سے متعلق
ہیں جنکی تمام روایات یہود و نصاریٰ سے ماخوذ ہیں اور صراحت قرآن کے مقابل ان کا کوئی اعتبار نہیں۔

لفظ اب۔۔۔ نگاہ رسالت مآب میں

مفسرین کی اس صراحت و وضاحت کے بعد کسی مزید تفصیل کی ضرورت نہیں تاہم پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے لفظ اب کا
استعمال پیش خدمت ہے تاکہ مراد حاصل ہو سکے۔

جب صحابہ کرام نے حضور علیہ السلام سے سوال کیا یا رسول اللہ! ماہذہ الاضاحی؟

آقا!۔۔۔ یہ قربانیاں کیا ہیں، فرمایا۔۔۔ سنۃ ابراہیم

یہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہیں

ز۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ بدر کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: رُدُّوا عَلَیْ أَبِی الْعَبَّاسِ میرے چچا عباس کو مجھے تفویض
کردو۔

ثابت ہوا کہ نگاہ رسالت مآب میں بھی لفظ اب عام ہے جو چچا دادا اور اس سے اوپر سب کو شامل ہے۔

نسب ابراہیم۔۔۔ مورخین کی نظر میں

مستند تواریخ و سیر کی روشنی میں نسب ابراہیم کے متعلق چند معتبر حوالہ جات پیش خدمت ہیں، جن کو قارئین پڑھتے جائیں اور نظر انصاف
سے فیصلہ خود فرمائیں۔

طبقات ابن سعد: اسماعیل بن ابراہیم بن تارح بن ناحور۔۔۔ الخ
 مختصر الاول: ابراہیم بن تیرح بن ناحور بن ارعوب بن ساروغ۔۔۔ الخ
 عیسائی مؤرخ: ۱۳ ویں صدی عیسوی کے عیسائی مؤرخ اور سریانہ گرجے مشہور مؤرخ کے بقول بائبل نے جو نسب ابراہیمی بیان کیا ہے اس
 (کے مطابق ابراہیم کے والد کا نام تارح ہے۔) کتاب مقدس بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور
 سیرت ابن ہشام مذکورہ کتاب کے باب میں نسب ابراہیمی یوں منقول ہے۔
 نابت بن اسماعیل بن ابراہیم بن تارح بن ناحور بن ساروغ۔۔۔ الخ
 اٹلس سیرت نبوی: ڈاکٹر شوقی ابو خلیل نے مطبع دار الفکر دمشق کے تحت مکتبہ دار السلام ۱۴۲۴ھ ایڈیشن میں آزر کے والد ہونے کا قول پیش
 کر کے تحقیق یہ لکھی ہے کہ دراصل یہ آپ کا چچا تھا۔ عربی لوگوں میں چچا کو باپ کہنا معروف تھا۔
 ابوالانبیاء حضرت ابراہیم: علامہ عباس محمود العقاد مصری اپنی اس کتاب میں لفظ آزر پر گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں
 اسرائیلی کتابوں کے شارحین نے کئی جگہ لکھا ہے کہ پہلے باپوں کی ان کے قبیلوں یا شہروں کی طرف نسبت کر دی جاتی تھی مثلاً مصر کا بیٹا۔۔۔
 یورپ کا بیٹا۔۔۔ فرزند ان وادی نیل چونکہ حضرت ابراہیم سرزمین آشور سے ہجرت کر کے سرزمین کنعان آئے تھے اور آشوری قوم میں
 (عام رواج تھا کہ یہ قوم کسی دادا وغیرہ کی طرف منسوب کر دی جاتی تھی جیسے قحطانی، عدنانی وغیرہ) (۲۲۸، ۲۲۹)
 اب چونکہ نسبت کسی معروف چیز کی طرف کرنا آشوریوں کا شیوہ تھا اور خاندان ابراہیمی میں آزر وہ شخص تھا جو بادشاہ وقت کے مقربین میں
 سے تھا اس لئے یہ خاندان دنیوی اعتبار سے آزر کے حوالے سے جانا پہچانا جاتا تھا۔
 تاریخ محمد: ایم۔ ڈی فاروق کے مطابق حضرت ابراہیم کے والد کے بچپن میں وفات پانے کی بنا پر پرورش کی ذمہ داری چچا کے سپرد تھی جو
 مندر کے پجاریوں میں سے تھا جن کو ”آوار“ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ آوار، کالڈی (کالدانی) زبان میں بڑے پجاری کو کہا جاتا ہے یہی
 (آوار بعد میں بگڑ کر آزر ہو گیا۔) (تاریخ محمد: ۹۶ ایڈیشن ۱۹۹۳ء لاہور)

ممتاز ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت موضع چودھوان علاقہ گنڈہ پور تحصیل کلاچی ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ہوئی۔ گنڈہ پور ایک قبیلہ ہے جو بنوں اور ڈیرہ اسماعیل خان کے علاقہ میں آباد ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ علم ظاہری و باطنی میں بے نظیر اور فضل و کمال میں یکتائے روزگار تھے۔ آپ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کے مصاحب تھے۔ روزانہ ان سے شرف ملاقات نصیب ہوتا تھا اور انہی کے اشارے پر رام پور جا کر حضرت خواجہ سید محمد جمال اللہ قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ عرصہ دراز تک سفر و حضر میں اپنے پیر روشن ضمیر کی خدمت فیض درجت میں رہ کر تاج خلافت پایا۔ آپ اپنے شیخ کے مقرب خاص اور اس قدر منظور نظر خلیفہ اکبر تھے کہ آپ کے شیخ محترم اپنے بعض مریدوں کو باطنی تربیت و توجہات کے لئے ان کے حوالے کر دیتے تھے۔ چنانچہ حضرت شاہ جمال اللہ نے اپنے مرید خاص حضرت خواجہ فیض اللہ تیراہی قدس سرہ کو آپ کے سپرد کر دیا اور فرمایا کہ اگرچہ اس کی بیعت میری طرف سے ہے مگر اس کی تکمیل تمہارے ذمہ ہے۔۔۔ چنانچہ ایسا ہی ظہور میں آیا۔

دیدار فرحت آثار

ایک دفعہ حضرت خواجہ فیض اللہ اپنے شیخ تربیت حضرت خواجہ محمد عیسیٰ قدس سرہ کی زیارت و قدم بوسی کیلئے چودھوان شریف کی طرف عازم سفر ہوئے تو راستے میں سخت علیل ہو گئے اور حیات مستعار کی امید نہ رہی تو ایک قصبہ کی مسجد میں فروکش ہو گئے۔ آپ اضطراب و بے قراری کے عالم میں حضرت خواجہ محمد عیسیٰ کو یاد کرتے رہے تو محبت کی جلوہ گری نے کمال دکھایا کہ خود حضرت خواجہ محمد عیسیٰ قدس سرہ خواجہ فیض اللہ کی ملاقات کیلئے اپنے در دولت سے روانہ ہو گئے۔ عین نماز مغرب میں اسی مسجد میں شامل نماز ہو گئے جہاں حضرت خواجہ تیراہی صاحب فراش تھے۔ ادائے نماز کے بعد دریافت فرمایا یہاں ایک مسافر بیمار ہے کسی کو اس کے قیام کا پتہ ہے؟ لوگوں نے عرض کیا ایک بیمار مسافر یہاں حجرہ میں فروکش ہے۔ جو نہی آپ حجرہ میں داخل ہوئے تو آپ کے دیدار فرحت آثار سے حضرت خواجہ تیراہی پر وجد طاری ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر آپ نے اپنا دست اقدس ان کے سینے پر پھیرا تو وہ فی الفور ہوش میں آ گئے۔ بیماری کی وجہ سے حضرت خواجہ تیراہی بہت کمزور ہو گئے تھے اور کافی دنوں سے کچھ تناول بھی نہیں فرمایا تھا اسلئے آپ نے دریافت فرمایا کہ اگر کسی چیز کو دل چاہے تو کھانے کیلئے تیار کریں۔ خواجہ تیراہی نے عرض کیا ”جو نعمت دیدار اچانک مجھے نصیب ہو گئی ہے میرے لئے یہی کافی ہے کہ جس نے تلخیوں کو شیرینیوں میں بدل دیا ہے“۔ بقول شاعر

گر خوری یک لقمہ از نان نور

خاک ریزی بر سر نان تنور

پھر آپ نے اپنے بضاعت سفر سے قدرے ہر سہ نکالا اور فرمایا یہ تھوڑا سا نوش کر لیجئے انشاء اللہ صحت عاجلہ کاملہ نصیب ہو گی۔ جب خواجہ تیراہی نے بطور تبرک تعمیل ارشاد کرتے ہوئے دو چار لقمے تناول فرمائے تو فی الفور تمام حجابات اٹھ گئے۔ بعد ازاں مزید بھوک محسوس ہوئی

اور بقیہ تمام ہر سہ نوش جاں فرمایا پھر صبح تک آرام سے سوئے رہے۔ دوسرے روز جب بیدار ہوئے تو مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے تھے۔ خواجہ تیراہی آپ کی خدمت میں عرض گزار ہوئے آقا! آپ کو میری علالت کے بارے میں کیسے علم ہوا؟۔۔ تو فرمایا کئی روز سے مجھ پر اضطرابی کیفیت طاری تھی فلہذا میں تمہاری طرف روانہ ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے پاس پہنچا دیا۔ چند ایک یوم کے بعد یہ دونوں حضرات حضرت خواجہ شاہ جمال اللہ علیہ الرحمہ کی ملاقات کیلئے رام پور روانہ ہو گئے۔

خاک شفاء

حضرت خواجہ فیض اللہ ہر سال تیزی شریف (تیراہ) سے چودھوان شریف حاضر ہوا کرتے تھے لیکن ایک دفعہ سخت علالت کی وجہ سے اپنے مرشد گرامی کی خدمت بابرکت میں حاضر نہ ہو سکے تو اپنے ساتھیوں کے ذریعے دست بستہ سلام و پیغام عرض کیا کہ آپ کا غلام بے دام آپ کے دیدار کا بے حد مشتاق ہے مگر بوجہ علالت مجبور اور معذور ہے۔۔ محروم نہ فرمایا جائے بعد ازاں گوکہ دعا گوئی شامی گوید

گرچہ دوریم ز خدمت بخدا مجبوریم

ساتھیوں سے یہ بھی کہا کہ واپسی پر حضرت خواجہ قدس سرہ کے مبارک قدموں کے نیچے سے خاک پاک اٹھاتے لانا جو میرے لئے تریاق ہے۔ بقول شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

اگر بوسہ بر خاک مرداں زنی

بمردمی کہ پیش آیدت روشنی

کسانیکہ پوشیدہ چشم دل اند

ہمانا کہ زیں تو طیا غافل اند

جب آپ کے ساتھی بیس روز کی مسافت کے بعد چودھوان شریف پہنچے تو آپ نے دریافت فرمایا، فیض اللہ دیوانہ تمہارے ساتھ کیوں نہیں آیا خیریت تو ہے؟۔۔ تو دوستوں نے عرض کی۔۔ آپ کا دیوانہ ایک عرصہ سے بیمار ہے اور کوشش بسیار کے باوجود بیماری کی وجہ سے اس سال زیارت و ملاقات سے محروم رہ گیا لیکن زیارت سے مشرف ہونے کی آرزو رکھتا ہے۔

آپ نے ارشاد فرمایا میرے دیوانے کو سلام و دعا کے بعد کہنا، فقیر خود اس کے پاس پہنچ کر ملاقات کرے گا۔

ساتھیوں نے حسب وعدہ ان کے لئے قدرے خاک پالی اور وطن واپس آکر خواجہ تیراہی کو آپ کی آمد کی خوشخبری سنائی۔

مژدہ اے دل کہ دگر باد صبا باز آمد

ہد ہد خوش خبر از شہر سبا باز آمد

خواجہ تیراہی نے دوستوں سے اپنی امانت طلب کی اور خاکپائے مبارک لے کر پانی میں حل کر کے نوش جاں کر لی تو شیخ کامل کی محبت اور خوش

اعتقادی کے باعث دو تین روز میں صحت یاب ہو گئے

ع ہے ذوق تجلی اسی خاک میں پنہاں

آپ مرشد کامل کی تشریف آوری کی خبر سن کر پھولے نہ سماتے تھے اور دیوانہ وار بار بار یہ شعر گنگناتے تھے

قاصد رسید نامہ رسید و خبر رسید

در حیرتم کہ جاں بکدامیں کنم نثار

میرے خضر تو آپ ہی ہیں

ایک دفعہ خواجہ تیرا ہی قدس سرہ نے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ مجھ کو ایک دوست کی یاد بہت آتی ہے جو زمانہ

طالب علمی میں میرا ہم سبق رہا ہے۔ ان کا نام ”حضرت جی“ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس سے میری ملاقات ہو جائے۔ وہ سات سال تک

درس مکتب میں میرے ساتھ رہا اور اس کی ذات سے مجھے بیشمار دینی و دنیوی فوائد حاصل ہوئے۔ آپ نے فرمایا:۔۔۔“ میرے ساتھ اس

“! وادی (جنگل) میں چلو

وادی میں پہنچ کر مراقب ہو گئے تو اچانک دیکھا کہ دور سے دو آدمی چلے آرہے ہیں۔ قریب پہنچ کر انہوں نے سلام فرمایا۔ آپ نے سلام

کا جواب دے کر نہایت ادب سے مصافحہ فرمایا۔ ان دونوں میں ایک ”حضرت جی“ تھے خواجہ تیرا ہی ان سے مل کر بہت خوش ہوئے۔

چہ خوش باشد کہ بعد از انتظارے

بہ اُمید رسد امیدوارے

: آپ قدس سرہ نے فرمایا

“اے دیوانے!! کیا تو نہیں جانتا یہ دوسرا شخص کون ہے؟”

عرض کی! حضور میں نہیں جانتا۔

! فرمایا: یہ دوسرے شخص حضرت خضر علیہ السلام ہیں۔ اگر کچھ مانگنا ہے تو ان سے مانگ لو

عرض کی! ”یا حضرت! میرے خضر تو آپ ہی ہیں مجھے جو کچھ لینا ہے آپ سے ہی لینا ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام بھی مجھے آپ ہی کی برکت

“ سے ملے ہیں

زمانہ چھوٹ جائے لیکن تیرا در نہ چھوٹے گا

کہ ساقی تیرے مئے خواروں کو غداری نہیں آتی

گویا کہ خواجہ تیرا ہی بزبان حال یوں گویا تھے

منت خدائے را کہ تمنائے سالہا
درد دل کہ داشتیم با و کامراں شدیم

وفات حسرت آیات

آپ کا وصال با کمال ۷ ذوالحجہ ۱۴۲۰ھ کو ہوا۔ مادہ تاریخ مظفر (۱۴۲۰ھ) ہے اور مرقد انور چودھوان شریف میں زیارت گاہ خاص و عام ہے

-

باقیات صالحات

آپ کے تین فرزند تھے۔۔۔ اول خواجہ پیر محمد۔۔۔ دوم خواجہ جان محمد۔۔۔ سوم خواجہ علی محمد علیہم الرحمۃ۔ وقت وصال خواجہ جان محمد اور خواجہ علی محمد بقید حیات تھے۔ آپ نے دونوں کو حضرت خواجہ تیراہی کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت و تکمیل سلوک کی وصیت فرمائی چنانچہ دونوں صاحبزادگان والا شان چھ ماہ تک تیزی شریف (تیراہ) میں اکتساب فیض کرتے رہے۔
مرحل سلوک طے کروانے کے بعد حضرت خواجہ تیراہی قدس سرہ نے دونوں صاحبزادوں کو بصد اعزاز و اکرام وطن واپس بھیج دیا۔
حضرت خواجہ جان محمد علیہ الرحمہ آپ کے جانشین منتخب ہوئے۔ (تذکرہ مشائخ امینیہ (قلمی)، جواہر نقشبندیہ، انوار الکرمیم، تاریخ مشائخ (نقشبند)

10

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام

لمحہ بہ لمحہ

علامہ محمد یاسین مجددی

سالانہ عرس پاک

قطب الاولیاء، زبدۃ الفقراء

حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی علیہ الرحمہ

سراج العارفین شہباز طریقت شارح مکتوبات امام ربانی حضرت خواجہ ابوالبلیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ کے پیر و مرشد قطب الاولیاء زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کا 35 واں سالانہ عرس پاک مورخہ 22 نومبر 2009ء بروز اتوار دربار عالیہ حضرت خواجہ رکن الدین محلہ مبارک شاہ بیرون کھیالی دروازہ گوجرانوالہ میں نہایت عقیدت و احترام سے منایا گیا جس کی صدارت جانشین حضرت ابوالبلیان پیر طریقت صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی مدظلہ نے فرمائی۔ اس مبارک پروگرام کا آغاز نماز ظہر کے فوراً بعد

قرآن خوانی سے کیا گیا اور نماز عصر کے معاً بعد حتمات خواجگان نقشبندیہ پڑھے گئے۔

نماز مغرب کے بعد اس پروگرام کی آخری نشست میں فخر القراء قاری محمد خادم بلال مجددی نے اپنے لحن داؤدی سے حاضرین کو کلام لاہوتی سنا کر خوب محظوظ کیا اور مداحان سرور کائنات جناب طاہر محمود مجددی، محمد خالد نقشبندی، صوفی محمد ہاشم نقشبندی، مطلوب حسن مطلوب اور محمد عارف ماجد مجددی نے ہدیہ ہائے نعت و منقبت پیش فرمائے۔ اس دوران وقفے وقفے سے صاحب عرس کی حیات طیبہ کے مختلف گوشوں پر تنظیم الاسلام علماء کونسل کے ارکان علامہ محمد حسین رضوی، علامہ محمد نوید اقبال مجددی اور علامہ محمد بشارت علی مجددی نے پر مغز خطابات فرمائے اور اقام الحروف نے نقابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ آخر میں جانشین حضرت ابوالبلیان شیخ طریقت حضرت صاحبزادہ محمد رفیق احمد مجددی مدظلہ نے حقیقت اخلاص کے عنوان پر سینکڑوں سامعین سے نہایت ایمان افروز خطاب فرمایا۔ نماز عشاء کے بعد یہ مبارک تقریب بخیر و خوبی اپنے اختتام کو پہنچی۔ واللہ علی ذالک

ماہانہ دروس قرآن مجید

قربانی جد الانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یادگار بھی ہے اور اسلام کا شعار بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں مسلسل قربانی کر کے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو اپنے بعد اس کی وصیت کر کے اپنی امت کو یہ درس دیا کہ کبھی بھی سنت قربانی سے غفلت نہ ہونے پائے۔ نیز آپ نے روح قربانی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا

قربانی دراصل رضائے الہی کے لئے ہے جس کا مقصد نہ گوشت کھانا ہے نہ خون بہانا کیونکہ اللہ رب العزت نے قرآن حکیم میں واضح فرمایا :
لن ینال اللہ لحوماً ولادماً ولا لکناً لکن ینالہ التقویٰ منکم کہ اللہ کو تمہاری قربانیوں کے نہ خون کی ضرورت ہے نہ گوشت کی بلکہ وہ تو تمہارے اخلاص اور تمہارے تقویٰ و طہارت کو قبول کرتا ہے۔ یہی اصل قربانی ہے اور یہی روح قربانی ہے۔

اسی پیغام قرآنی اور فرمان نبوی کو نگر نگر عام کرنے کی غرض سے عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے زیر اہتمام حسب سابق ماہانہ دروس قرآن کا جال بچھایا گیا۔ جس میں تنظیم الاسلام علماء کونسل کے جید اور ممتاز علماء کرام نے فریضہء تبلیغ ادا کیا۔ ماہ نومبر میں جن جن مقامات کو مرکز بنا کر علاقہ بھر کو انوار قرآنی سے منور کیا گیا ان کا اجمالی تذکرہ نذر قارئین ہے۔

مورخہ بروز بمقام

نومبر سوموار جامع مسجد گلزار مدینہ بلال ٹاؤن 2

نومبر منگل جامع مسجد قباء دار السلام منڈیالہ وڑائچ 3

نومبر بدھ جامع مسجد نورانی نیو سول لائن 4

نومبر جمعۃ المبارک جامع مسجد بہار مدینہ کوٹ شاہاں 6

نومبر جمعۃ المبارک جامع مسجد غوث اعظم چنداقلہ 6

نومبر منگل جامع مسجد مدینہ نیو گلشن کالونی 10

نومبر بدھ جامع مسجد عائشہ کلائمیکس گارڈن 11

نومبر اتوار جامعہ تنظیم الاسلام کلاسکے 15

نومبر سوموار ڈھوک مرید قصبہ کریالی سرائے عالمگیر 16

نومبر بدھ جامع مسجد نور حیات فاروق گنج 18

نومبر جمعہ المبارک جامع مسجد شب بھر محلہ طارق آباد کھوکھر کی 20

نومبر منگل جامع مسجد عثمانیہ سیالکوٹ روڈ ابدال 24

ان مقامات پر شیخ طریقت حضرت صاحبزادہ پیر محمد رفیق احمد مجددی امیر اعلیٰ ادارہ اور ادارہ کے فاضل علماء کرام علامہ سید خورشید احمد شاہ مجددی، علامہ سید علی عابد شاہ مشہدی، علامہ محمد بشارت علی مجددی، علامہ محمد نوید اقبال مجددی، علامہ محمد انور سعید مجددی، علامہ قاری محمد سجاد الحسن مجددی، علامہ ریاض احمد مجددی سلطانی، علامہ تنویر حسین مجددی، علامہ شہزادہ محمد عارف مجددی، علامہ نذیر حسین مجددی، علامہ محمد رمضان مجددی، اور راقم الحروف نے تبلیغ کے فرائض سرانجام دیئے اور ہزار ہا نفوس تک قرآن حکیم کی تعلیمات بہم پہنچائیں۔ واللہ علی ذالک

دعائے صحت کی اپیل

عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے مرکزی ناظم مالیات جناب محمد تنویر راٹھور مجددی کے والد محترم اور درگاہ حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ کے خادم خاص جناب رانا محمد زاہد محمود مجددی کی والدہ محترمہ اور مجاہد اسلام مولانا حاجی محمد نذیر احمد سیالکوٹی (وزیر آباد) شدید علیل ہیں۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ ان احباب کی صحت کاملہ عاجلہ کیلئے خصوصی دعا فرمائیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء

(سانحہ ارتحال) اناللہ وانا الیہ راجعون

ز۔۔ درگاہ حضرت ابوالبیان علیہ الرحمہ کے خادم خاص حافظ طارق محمود مجددی (فرید ٹاؤن) کاجواں سال بھتیجا صداقت علی مختصر علالت کے بعد وفات پا گیا۔

ز۔۔ ماہنامہ دعوت تنظیم الاسلام کے سرگرم رکن سید محمد افضل شاہ مجددی، سید محمد اجمل شاہ مجددی اور سید راشد علی شاہ مجددی (ماڈل ٹاؤن) کی والدہ محترمہ بھی اہل خانہ کو سوگوار کر گئیں۔

ز۔۔ ماہنامہ ہذا کے ایک اور سرگرم رکن سید محمد امتیاز شاہ مجددی (تعلیمی بورڈ گوجرانوالہ) کی والدہ محترمہ بھی قضائے الہی سے وفات پا گئیں۔

ز۔۔۔ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام حلقہ نعمانیہ روڈ کے امیر جناب میر محمد نوید یونس مجددی کے تایا جان داغ مفارقت دے گئے۔

ز۔۔۔ ماہنامہ ہذا کے دیرینہ قاری ڈاکٹر محمد سمیع اللہ ڈار مجددی (ابوالبیان روڈ ماڈل ٹاؤن) اچانک دنیا سے رخصت ہو گئے۔

ز۔۔۔ محمد یاسر مجددی شاہین آباد کے والد محترم بھی اچانک اہل خانہ کو سوگوار کر گئے۔

ادارہ تمام مرحومین کی بخشش اور بلندی درجات کیلئے دعاگو اور پسماندگان ولواحقین کا شریک غم ہے۔

اظہار غم

ز۔۔۔ عالمی ادارہ تنظیم الاسلام کے ناظم اعلیٰ جناب محمد سعید احمد صدیقی کے تایا جان۔۔۔ اور تنظیم الاسلام علماء کونسل کے رکن علامہ محمد

(اشفاق مجددی) کوٹ شیرا کے والد محترم پچھلے دنوں طویل علالت کے بعد داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون

ادارہ ان مرحومین کی بخشش اور بلندی درجات کیلئے دعاگو اور پسماندگان ولواحقین کا شریک غم ہے۔